مراۃ الدین

حصہ اول

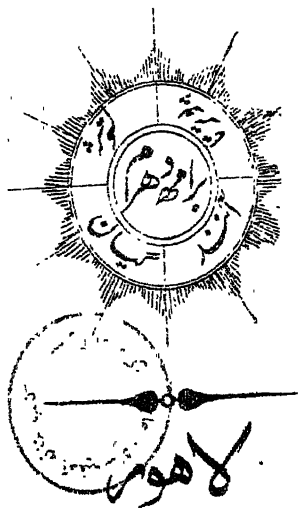

نیو امپیریل پریس میں باہتمام سید حبیب علیشاہ مالک و منیجر کے چھپا

سنہ ۱۸۹۴ء

اشتہار

مرقومہ ذیل کتب منیجر دہرم جیون کے پاس نقد قیمت بھیجنے سے حاصل ہو سکتی ہین

بنیاد الایمان براہمہ دہرم (اردو)	۲/-
مذہب اور عقل (اردو)	۰/-
لیلاوتی کا سوانح عمری (اردو)	۴/-
اسرار دینیہ (اردو)	۱/-
میری زندگی کا مشن (اردو)	/-
براہمہ سماج ۔: وسکے مقاصد اور عقاید اوسکا پیام اور اوسکی تعلیم (اردو)	/-
آدرش براہمو ربراہمو کی زندگی کا معراج (اردو مین)	/-
مراۃ الدین حصہ دوم (اردو)	۳/-
آدرش براہمو (ہندی زبان اور دیوناگری حروف مین)	/-
اُپاسنا پدہتی (پرماتما کی عبادت کا طریق ہندی مین	۱/-
سنگیت پشپاولی (بھجنون کی کتاب ہندی زبان اور دیوناگری مین)	۱/

نوٹ ـ محصول ڈاک اس قیمت کے علاوہ دینا پڑیگا ❋

فہرست مضامین

نام	صفحہ
مذہبی راز	۲
ایمان اور علم	۱۵
دین حقیقی کی پوری تصویر	۳۰
سیکٹرین فرسٹ اور عالمگیر ہرم	۳۸

دیباچہ

ہم دلی مسرت کے ساتھ اپنے بعض احباب کی تحریک سے اُن تمام مضامین کو مرتب کر کے کتاب کی صورت میں شائع کرتے ہین کہ جو ہمنے رسالہ [illegible] میں وقتاً فوقتاً لکھکر مشتہر کئے تھے اور اس نئی کتاب کا نام [illegible] رکھتے ہین - چونکہ یہہ مضامین اپنے نفس مدعا کے لحاظ سے کئی حصون میں تقسیم کئے گئے ہین - اسلئے [illegible] اس کتاب کو بھی ہمنے کئی حصون مین تقسیم کر دیا ہے - چنانچہ یہہ [illegible] کا پہلا حصہ ہے اسمین چار مضامین ہین جنمین سے پہلے تین [illegible] گئے ہین اور چوتھا یعنی اخیر کا [illegible] سے لیکر شامل کر دیا گیا ہے - پہلے تینون مین مطالب کا جو رابطہ ہے وہ اس چوتھے کے ملجانے سے تکمیل کو پہونچ جاتا ہے - اور یہہ کل ملکر ایک خاص مقصد کو پورا کرتے ہین یعنی اونسے ناظر کو سلسلہ وار ایک ایسے نتیجہ پر پہونچنے کا موقع ملجاتا ہے کہ جس سے اوسپر دین یا دھرم کی موٹی فلاسفی اور نیز اوسکی [illegible] اور عالمگیر صورت کا ایک عام مگر قابل فہم ڈھانچہ ظاہر ہو جاتا ہے -

ان مضامین کو دوبارہ چھاپتے وقت حسب موقع کہیں کہیں مناسب ترمیم اور ضروری اصلاح بھی کی گئی ہے اور حتی المقدور ان امور کا خیال رکھا گیا ہے کہ جس سے یہہ کتاب بسر فرقہ اور جماعت اور مذہب کے پڑھنے کے لایق ہو - پرماتما اپنی برکت نازل کرین اور اسے اپنی پیاری اولاد کے لئے مقبول کرین -

خدا کی طرف سے

نوع انسان کا خادم

س - ن - ا

لاہور - ۲۸ اگست [illegible]

مذہبی

جیسے کسی مرض کی تشخیص اور اوسکی اصل ماہیت بغیر علم طبابت کے دریافت نہین ہوتی ویسے ہی بغیر سچی دینداری اور حقیقی بھگت ہونے کے مذہب کی اصلیت بھی معلوم نہین ہوتی جیسے کسی ایسے شخص کی نگاہ مین جو خود طبیب نہین ہے - باوجود کسی مرض مین مبتلا ہونیکے اوس مرض کے کل بواعث اور اصل اسباب پوشیدہ رہتے ہین ویسے ہی وہ شخص بھی جو اس دنیا مین محض دنیا دار ہوکر رہتا ہے باوجود دنیوی علم مین کامل اور یگانہ ہونے کے اوس علت العلل کے ادراک اور اوسکے ارادہ کی علوم سے بے بہرہ رہتا ہے جسکی ہستی پر اس کل کائنات کی ہستی حصر رکھتی ہے جب کسی طبیب کی نظر کسی مریض کے مرض پر پڑتی ہے تو گو اوسکی ظاہری آنکھین ویسی ہی ہوتی ہین جیسی مریض کی - مگر جن آنکھون سے وہ مرض کی حقیقت اور اوسکے بواعث کی جانچ پڑتال کرتا ہے وہ آنکھین اور ہوتی ہین - مریض ان آنکھون کے نہونے سے بجز مرض کی ظاہری صورت کے اور کچھہ نہین دیکھتا - الا طبیب مرض کی ظاہری صورت کے علاوہ اوسکی اندرونی صورت کو بھی ایسی صاف اور سا ہر دیکھتا ہے جیسے کہ بیرونی آنکھون سے دنیا کی صدہا چیزین دیکھی جاتی ہین - چنانچہ یہہ ایک ایسی بات ہے کہ جسکے سمجھنے مین کسی شخص کو - خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان - عیسائی ہو یا یہودی - جاہل ہو یا عالم - کچھہ دقت نہین پرسکتی اور نہ اوسکے واقعی ہونے مین کسیکو انکار کرنیکی گنجایش باقی رہتی ہے - پس اس سے یہہ نتیجہ نکالنا کچھہ مشکل نہین رہتا کہ ہر ایک امر کے

سمجھنے کے لئے ایک جدی عقل اور ہر شے کے دیکھنے کے لئے ایک علیحدہ آنکھ ہے
آدمی کے چہرہ پر جو دو آنکھیں ہوتی ہیں وہ ہر ایک شے کے دیکھنے کے لئے کافی
نہیں ہیں۔ روحانی چیزیں تو ایک طرف رہیں مادی (جڑ) چیزیں ہی اونکی ذریعہ
سے نکل دکھائی نہیں دیتیں۔ چنانچہ مادی چیزوں میں جو نہایت باریک ہیں یا بہت
بعید انسان کی آنکھوں سے بہت زیادہ ہے اور نکا دیکھنا ان آنکھوں کی طاقت سے
قطعی محال ہے۔ کیا آسمان پر سیکڑوں ستارے ایسے موجود نہیں ہیں کہ جو ہماری
آنکھوں سے بسقدر دوری پر ہیں کہ ہماری نظر کو اون تک رسائی نہیں ہوتی؟ اگر
یہ بھی ظاہر ہے کہ علم ہیئت کے جاننے والے اونکو بخوبی دیکھتے ہیں اور وہ بھی
سرسری طور سے نہیں بلکہ اونکی جسامت اور گردش وغیرہ کا حال بھی پورا پورا
مشاہدہ کرتے ہیں۔ مگر یہہ سب ان آنکھوں سے نہیں جو ہر ایک انسان کے چہرہ پر موجود
ہوتی ہیں۔ بلکہ اونکے مشاہدہ کے لئے ایک نئی آنکھ ہوتی ہے کہ جس آنکھ کو
اصطلاح میں علم ہیئت کی آنکھ کہتے ہیں۔ اب فرض کرو کہ اس شخص کے پاس جو علم ہیئت
کی آنکھیں رکھتا ہے ایک شخص جاہل اور دہقانی جاکر یہہ سوال کرے کہ بھلا آپ جس ستارے کا ذکر
کرتے ہیں کہ وہ اس زمین سے اتنے کروڑ میل کے فاصلہ پر ہے اور سورج سے اسقدر دور
ہے اور اوسکی رفتار اتنے ہزار میل فی سیکنڈ ہے وہ مجھے بھی تو دکھلائیے۔ تو وہ بیچارہ
اوسکے جواب میں کہیگا کہ "اچھا تم بھی مثل میرے چند سال علم ریاضی اور پیمائش
اور علم ہیئت کے آلات کے ساتھ دماغ مارو۔ دماغ مارتے مارتے ایک روز تمہاری بھی
مثل میرے وہی آنکھیں پیدا ہو جائینگی جنکے ذریعہ سے تم کو بھی اون ستاروں کی اصل
شکل کا دیکھنا اور سمجھنا ویسی آسان ہو جائیگا جیسا کہ میرے لئے"۔ چنانچہ جاہل مستفسر کی اس
جواب سے ضرور تشفی ہو جائیگی گو وہ علم ہیئت کے حاصل کرنے کے لئے طیار ہو۔ یا نہو
مگر اب فرض کرو کہ اس شخص کے پاس ایک ایسا شخص جاکر یہی سوال کرے کہ جو

سمجھنے کے لئے ایک جُدی عقل اور ہر شے کے دیکھنے کے لئے ایک علیحدہ آنکھہ ہے
آدمی کے چہرہ پر جو دو آنکھین ہوتی ہین وہ ہر ایک شے کے دیکھنے کے لئے کافی
نہین ہین - روحانی چیزین تو ایک طرف رہین مادی (جڑ) چیزین بھی اونکے ذریعہ
سے کل دکھائی نہین دیتین - چنانچہ مادی چیزون مین جو نہایت باریک ہین یا جنکا
بُعد انسان کی آنکھون سے بہت زیادہ ہے اونکا دیکھنا ان آنکھونکی طاقت سے
قطعی محال ہے - کیا آسمان پر سیکڑون ستارے ایسے موجود نہین ہین کہ جو ہمارے
آنکھون سے اسقدر دوری پر ہین کہ ہماری نظر کو اون تک رسائی نہین ہوتی ؟ مگر
یہہ بھی ظاہر ہے کہ علم ہیئت کے جاننے والے اونکو بخوبی دیکھتے ہین اور وہ بھی
سرسری طور سے نہین بلکہ اونکی جسامت اور گردش وغیرہ کا حال بھی پورا پورا
مشاہدہ کرتے ہین - مگر یہہ سب ان آنکھون سے نہین جو ہر ایک انسان کے چہرہ پر موجود
ہوتی ہین - بلکہ اونکے مشاہدہ کے لئے ایک نئی آنکھہ ہوتی ہے کہ جس آنکھہ کو
اصطلاح مین علم ہیئت کی آنکھہ کہتے ہین - اب فرض کرو کہ اس شخص کے پاس جو علم ہیئت
کی آنکھین رکھتا ہے ایک شخص جاہل اور دہقانی جاکر یہہ سوال کرے کہ "بھلا آپ جس ستارے کا ذکر
کرتے ہین کہ وہ اس زمین سے اتنے کروڑ میل کے فاصلہ پر ہے اور سورج سے اسقدر دور
ہے اور اوسکی رفتار اتنے ہزار میل فی سیکنڈ ہے وہ مجھے بھی تو دکھلائیے" - تو وہ بیچارہ
اوسکے جواب مین کہیگا کہ "اچھا تم بھی مثل میرے چند سال علم ریاضی اور پیمائش
اور علم ہیئت کے آلات کے ساتھہ دماغ مارو - دماغ مارتے مارتے ایک روز تمہارے بھی
مثل میرے وہی آنکھین پیدا ہو جائینگی جنکے ذریعہ سے تم کو بھی اون ستارونکی اصل
شکل کا دیکھنا اور سمجھنا ویسی آسان ہو جائیگا - جیسا کہ میرے لئے" - چنانچہ جاہل مستفسر کی اس
جواب سے ضرور تشفی ہو جائیگی گو وہ علم ہیئت کے حاصل کرنے کے لئے طیار رہو - یا نہو
مگر اب فرض کرو کہ اس شخص کے پاس ایک ایسا شخص جاکر یہی سوال کرے کہ جو

خدا کی پہچان محال ہے۔ لیکن یہ ثابت کرنا چاہتے ہین کہ صرف عقل یا منطق کے وسیلہ سے خدا کی ہستی کا ثبوت کامل و یقینی نہین ہوتا۔ اور اسلیئے اوسمین غلطی کا احتمال رہتا ہے۔ اور علی ہذا القیاس مشاہدہ بھی بغیر مدد عقل کے ہمیشہ صاف اور صحیح نہین ہوتا۔ بلکہ غلطی سے ملا رہتا ہے۔ چنانچہ روحانی شئے تو ایک طرف مادی اشیا، مین بھی عقل و مشاہدہ کے اتفاق بغیر صحیح نتیجہ نہین نکلتا۔ مثلاً جب ظاہری آنکھون سے دیکھتے ہین تو زمین ہمکو قطعی بے حرکت معلوم ہوتی ہے۔ مگر عقل اس غلطی کو دفعہ کرکے ثابت کر دیتی ہے کہ زمین ساکن نہین بلکہ متحرک ہے اسیطور پر سیکڑون باتین ایسی ہین جو عقلاً درست معلوم ہوتی ہین۔ مگر تجربہ اور مشاہدہ مین وہی بالکل غلط ثابت ہوئی ہین اور جو باتین منطق سے ایک دفعہ نادرست معلوم ہوتی ہین وہی واقعی تجربہ اور مشاہدہ کے ساتھ بالکل صحیح معلوم ہوتی ہین۔ پس اس سے ہر ایک سچے محقق کے لئے یہ لازم آتا ہے کہ وہ دینی تحقیقات مین عقل اور مشاہدہ کو ایک کرے۔ کیونکہ دونون کی ہی موافقت نتیجہ کے صحیح ہونے مین کامل حکم رکھتی ہے۔ دنیا مین آج جو بہت سے لائق اور عالم لوگ ایسے دیکھنے مین آتے ہین کہ جو خدا کی ہستی اور اوسکے اوصاف کے دریافت حال مین اپنی تئین عاجز ظاہر کرتے ہین یا دوسرے لفظون مین یون کہو کہ وہ خود باوجود عالم اور فاضل ہونیکے پھر اپنی عقل اور منطق کو اس لائق نہین پاتے کہ جس سے خدا کی ہستی کا ثبوت اونکی ذہن نشین ہوسکے اور اور اسلیئے بعض اونمین سے متشکک (اسکیپٹک) ہو جاتے ہین اور بعض پازیٹوسٹ اور بعض منکر ہو جاتے ہین۔ علاوہ انکے جو مذہب والے ہین اونمین بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض خدا کو واحد لاشریک مانتے ہین بعض اوسے آدمی کی صورت مین یعنی اوتار ہونا بھی یقین کرتے ہین

اور بعض ان دونوں سے بڑھکر تثلیث کے مسلہ کی پیروی کرتے ہیں۔ پس
یہ کل اختلاف عقل کی کمی و بیشی اور مشاہدہ کی نفی سے موجود ہوتا ہے۔ ہر
فریق کا آدمی اپنے خیال اور دلائل عقلی پر ناز کرتا ہے اور انہیں کو کامل یقین کرتا
ہے ۔ مگر سچے محقق کی نگاہ میں اوس وقت تک انمیں سے کوئی بھی اپنے دعوی
میں کامل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اوسنے اپنے نتیجہ کو عقل اور تجربہ دونوں کے
اصول پر مبنی نہ کیا ہو۔ کیونکہ ہم اوپر ثابت کیا ہے کہ بغیر ان دونوں کی
موافقت کے کسی شخص کے دعوی پر صحیح نتیجہ کا اطلاق قائم نہیں ہو سکتا ۔
آجکل کے بہت دیسی تعلیم یافتہ اجنکو بجز اسکول کی چند کتابیں کے کچھ نہیں
کے اور فرصت کیوقت کو کھیل کود اور گپ شپ میں پورا کرنے کے دوسرے
امور سے قطعی ناواقفیت ہوتی ہے یورپ کے بعض مشہور عالموں مثلاً
اسپنسر ہکسلی اور مل وغیرہ کی اون رایوں کو پڑھکر یا سنکر جو انہوں نے
مذہب کے بارے میں ظاہر کی ہیں خود کو بھی مذہبی معلومات کا بڑا عالم سمجھکر
اونہیں کے پیرو ہونے کا فخر کرتے ہیں ۔ اور خیال کرتے ہیں کہ یہ بھی ہماری
انیسویں صدی ہے کہ جسمیں ۔ دنیا میں ایسے عالم پیدا ہوئے ہیں کہ جنہوں نے
دلائل عقلی سے ثابت کر دیا ہے کہ خدا کی ہستی کا ثبوت نہیں ۔ یا یہ ایک ایسا
مسلہ ہے کہ جسکے اوپر غور کرنے کی ہمیں کچھ ضرورت نہیں ۔ کیونکہ اسکا
حل انسان کی طاقت سے باہر ہے ہاں ہم اونکے اس مقولہ اور نیز اونکا
اس لکچر اور کنزور تحقیقات پر نہایت افسوس کرتے ہیں ۔ کچھ اسلئے کہ
جس دہریپن کے خیال کو آج وہ انیسویں صدی سے منسوب کرکے
فخر کرتے ہیں وہ جدید نہیں بلکہ ہزاروں برس پہلے ہمارے اون متقدین
بزرگوں کے زمانوں میں بھی موجود تھا ۔ جنکو آج ہم غیر مہذب یقین کرتے ہیں

[illegible] کو نظر کر و جنکو لکھے ہوئے

[illegible] کیپلر وغیرہ کی تصنیفات

[illegible] ہوا ہمیں بھی حضرت

[illegible] کون [illegible] باوجود ایک طور

[illegible] تھے پس کسی

[illegible] علم [illegible]

[illegible] صورت [illegible] ان لوگوں کی

[illegible] استعمال [illegible] ہیں ۔ اور

[illegible] ہیں ۔ کیونکہ اگر تعلیم

[illegible]

[illegible] کل [illegible] و [illegible]

[illegible] عالم کا اول [illegible]

[illegible] قطعی اختلاف [illegible]

[illegible] نہیں [illegible]

[illegible] سیکڑوں [illegible] آج ایسے

[illegible] فضیلت [illegible] مگر علوم

[illegible] خدا کی ہستی [illegible] نہیں اس مقولہ کا

[illegible] حاصل ہونا انسان کی طاقت سے

[illegible] کو حاصل کیا [illegible] خیالات

[illegible] مضبوط ہو گئے ۔ خدا کی ہستی کے صرف [illegible]

[illegible] مرحوم [illegible]

ہین جنکو دینی مشاہدہ حاصل نہین ہے اور جو صرف علم کی آنکھون سی خدا کو
سمجھنا چاہتی ہین - اسپنسر - ادھکسلی اور مل وغیرہ کی کتب کو پڑھکر
جو لوگ اونکے خیالات کی پیروی کرتے ہین وہ یہہ نہین سوچتے کہ ان محققون
کے خیالات مذہبی معاملات مین ہرگز درست نہین ہوسکتے کیونکہ اونہون نے
جس علم یا جن علوم مین قابلیت پیدا کی ہے وہ کل دنیوی علوم ہین دینی
معرفت کا انمین سے کوئی عالم نہین ورنہ اونہون نے اپنی زندگی کو طریق
دینداری کا نمونہ بنایا - پس جس علم مین اونکا خود عبور نہین ہوا اوسکے
بارہ مین اونکی رائین کیونکر صحیح اور صایب ہوسکتی ہین ؟ کیا ایسی سیکڑون لوگ
ہمارے ملک مین موجود نہین ہین جو باوجود پڑھے لکھے ہونے اور خاندانی کہلانے
کے ایسی رائے ظاہر کرتے ہین جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اونکی رائے مین بعض
بوٹیان ایسی موجود ہین کہ اونکے ذریعہ سے تانبے کو گلاکر سونا بنا سکتے ہین -
گویا اونکی رائے مین تانبے کا سونے کی شکل مین تبدیل ہوجانا ممکن ہے -
لیکن اب ایک ایسے شخص کے پاس جاؤ جو علم طبعی اور کیمیا (کیمسٹری) کا عالم
ہو اور پوچھو کہ تانبے کا سونا بن سکتا ہے یا نہین ؟ اور وہ اسکے جواب مین
صاف کہیگا کہ نہین - اگر تم وجہ سمجھنا چاہو گے تو علم طبعی کے مسائل سے تمہاری
تشفی بھی کر دیگا - گویا اس تحقیقات کا عقدہ جسمین تبدیل دھات کا تعلق ہے
چونکہ مسئلہ کہ اوسکا تعلق علم طبعی سے ہے کسی ایسی شخص سے جو علم طبعی کا علم
نہین رکھتا - گو کیسا ہی پڑھا لکھا اور خاندانی کیون نہو - ہرگز نہین کھل سکتا -
مگر چونکہ یہہ تحقیقات بھی مثل اور بہت سی تحقیقاتون کے تجربہ کی محتاج ہے -
اور دھاتون کی اصل ماہیت اور انکے خواص کا علم - کیمسٹری کے تجربات
پر موقوف ہے - پس جس طور پر اس مسئلہ مین خیالی ہوسون کی رائے محض غلط

اور بیکار رہے - ویسے ہی دینی معاملات مین اون لوگون کی راے بھی
جو محض علم طبعی یا منطق اور اصول سیاست مدن کے لاثانی عالم یا مصنف اور
محقق ہین - صداقت سے مبرا ہوتی ہے اور ہرگز ہرگز تسلیم کے قابل نہین ہوسکتی
دینی امور مین صرف اونہین کی رایون کا پورا پورا وزن ہوسکتا ہے جنہون
نے دینداری اور نیز دینی تحقیقات مین اپنی عمر عزیز کو صرف کیا ہے - اور
اسموقع پر ہم یہ نہایت جرات اور فخر کے ساتھ کہتے ہین کہ دینی تحقیقات
مین جیسا ہمارا ملک مصروف رہا ہے ایسا کوئی دنیا مین نہین رہا - یہان ہمارے
ہی بزرگ رشی گذرے ہین جو گھر بار چھوڑ جنگل مین جاکر کل عمر دھرم کی تحقیقات
مین وقف کر دیتے تھے - اور پہاڑ کی کھوہون مین بیٹھ بیٹھکر محض دینی مسائل کے
حل کرنے مین محو رہتے تھے - گو وہ آج اس دنیا مین نہین ہین - مگر اونکی
تصنیفات یہان موجود ہین اور ان کل کتب مین روحانی دنیا کے جو تجربات
اور مشاہدات وہ درج کر کے چھوڑ گئے ہین - وہ دینی طالب علمونکے لئے
دینی معلومات کی ایک کان ہین - خدانخواستہ ہم مرقومہ بالا عالمین کی
مذہبی راے کو قابل تسلیم سمجھنے مین اپنی طرف سے کسیطرح پاس ادب مین کمی
ظاہر نہین کرتے ہین - بلکہ نہایت تعظیم اور ادب کے ساتھ اونکی اون
کوششون کے لئے اپنی اور اپنی قوم کیطرف سے مشکور ہی کا اظہار کرتے ہین
جو علم طبعی - سیاست مدن اور منطق وغیرہ کے متعلق جدید تحقیقاتون کے
ساتھ روشنی ڈالتے وقت اونسے عمل مین آئی ہین - ہان دینی علوم پر
اونھون نے جو کچھ رائین ظاہر کی ہین اونکے قبول کرنے سے ہم قطعی اسلیئے
معذور ہین - کہ جن علوم کے ذریعہ سے اونھون نے دینی مسائل خصوصاً
خدا کی ہستی کو حل کرنا چاہا ہے - وہ مذہبی راز کے انکشاف کا - جیسا کہ ہمنے اوپر

ثابت کیا ہے حقیقی اور کامل وسیلہ بھولنے سے راستی پر مبنی نہین ہے۔
ہماری ناظرین مرقومہ بالا مضمون کو پڑھکر ایک دفعہ ضرور جاننے کی خواہش کرینگے کہ جب دلائل عقلی اور منطق سے خدا کی ہستی کا ثبوت کامل اور یقینی نہین ہو پہونچ سکتا۔ اور اوسکے ساتھ مشاہدات اور تجربات کی احتیاج باقی رہتی ہے تو وہ مشاہدات اور تجربات کیا ہین اور کیونکر حاصل کئے جا سکتے ہین؟ اس سوال کے جواب مین ہم نہایت اختصار کے ساتھ صرف اسیقدر کہنا چاہتے ہین کہ جیسے علوم طبعی کے تجربات کے لئے مادی دنیا ہے۔ اور علم ہیئت کی تحقیقات اور مشاہدات کے لئے اجرام فلکی ہین اوسیطرح پر خدا جو روح مطلق ہے اوسکی ہستی اور نیز علوم دینی کے مشاہدات کے لئے غیر مادی یا روحانی دنیا ہے جیسے مادی دنیا مین ہماری چیزون کے دیکھنے کے لئے نیچر نے ہمین مادی آنکھین دی ہین اوسیطرح روحانی دنیا مین دیدار الہی اور اوسکے اوصاف اور دیگر بے تعداد حالات کے مشاہدہ کے لئے روحانی آنکھین بھی ہمکو عنائت ہوئی ہین۔ چنانچہ جیسے ہماری روح ایک نہایت لطیف چیز ہے ویسے ہی ہماری روحانی آنکھین بھی نہایت لطیف ہین۔ مادی دنیا جو نہایت کثیف ہے اوسمین مدت تک رہنے اور رات دن دنیوی چیزون اور گناہ مین غرق رہنے سے ہمین ایک ایسی عادت کے انسان بنجاتے ہین کہ گویا پھر ہماری نگاہ مین روحانی دنیا بجز وہم اور خیال کے اور کچھ وقعت نہین رکھتی۔ مگر درحقیقت یہہ ہماری غلط فہمی ہے۔ روحانی دنیا اسی مادی دنیا کے اندر ہے اور چارون طرف سے خدا کی ہستی سے محیط ہو رہی ہے۔ جیسے اس دنیا کی تمام مادی چیزین آفتاب کی روشنی سے منور ہوتی ہین۔ اوسیطرح پر روحانی دنیا کی کل

چیزین اور اوسکے کل قوانین نور الٰہی سے منور اور روشن ہین - لیس ہر ایک
روح انسانی جسنے یہہ قوت پیدا کرلی ہو کہ وہ مادی دنیا کے گرداب سے
حسب خواہش گذر سکتی ہو - تو وہ بیشک مادی دنیا سے گذر کے ہی روحانی
دنیا مین داخل ہو سکتی ہے - اور وہان وہ ذات الٰہی اور اوسکی کامل
ہستی کو اوسی خوبی اور لطافت کے ساتھ روحانی آنکھون کے ذریعہ سے
مشاہدہ کر سکتی ہے جیسے کہ وہ اس دنیا مین صدہا مادی چیزین جسمانی
آنکھون کے ذریعہ سے مشاہدہ کرتی ہے - چونکہ روحانی آنکھین روح کی
صرف روحانی دنیا مین جانے سے کھلتی ہین - اور خدا روح مطلق ہے
اسلیئے جسمانی آنکھون سے جو خدا کی ہستی کو دیکھنا چاہتے ہین - وہ ہمیشہ اپنے
ارادہ مین ناکامیاب ہوتے ہین - عقل اور منطق سے ہر ایک شخص حسب
لیاقت اور اپنے اپنے خیال اور فکر کے موافق خدا کی ہستی یا عدم ہستی کی دلایل پیش
کر سکتا ہے - مگر اونکے ذریعہ سے خدا کو کوئی دکھلا نہین سکتا کیونکہ وہ خدا کے
دیکھنے کی آنکھین نہین ہین - لیس یہی وجہ ہے کہ مراتب عقلی کے اختلاف سے
خدا کی ہستی کا ثبوت یا عدم ثبوت کل لوگون کے ذہن مین یکسان موثر
نہین ہوتا - اگر ایک کے خیال مین وہ کامل ہے تو دوسرے کے خیال مین
مذبذب ہے اور تسیری کی رائے مین اس مسلہ کا حل ہی طاقت انسانی سے
باہر سمجھا جاتا ہے - لیس اس بحث کے بعد اس نتیجہ پر پہونچنا کچھ مشکل نہین رہتا کہ علوم
اور منطق وغیرہ کی تکمیل اگرچہ بشرط صحیح استعمال خدا کی پہچان کا معمولی اور
امدادی ذریعہ سمجھی جا سکتی ہے مگر اوسکی ہستی کے دکھلانے یا کامل ثبوت
اور یقین کے پیدا کرنے مین وہ فی نفسہ کامل ذریعہ نہین ہے - لیس خدا کی
ہستی کا یقینی ثبوت ڈھونڈنے والے کے لئے قوت مشاہدہ کا حاصل کرنا از بس

ضروری اور لازمی ہے - دیندار کہلانے والون مین بھی جو لوگ مشاہدہ کی قوت سے
ممتاز نہین ہین - اور جب ارادہ مادی دنیا سے نکلکر روحانی دنیا مین جانے کی طاقت
نہین رکھتے ہین اونکے دلون پر بھی خدا کی ہستی کا ثبوت کامل طور سے منقوش نہین
ہوتا اور اسلیئے ایسے لوگون کا دل اعتقاد اصلی کے لحاظ سے اکثر اوقات ڈانواڈول
رہتا ہے - اور امکان رہتا ہے کہ وہ ایک روز دیندار سے لا مذہب ہو جائین
یا در صورت دیندار کہلاتے رہنے کے خفیہ طور سے لا مذہب [illegible]
بسر کرین - ہم اس مضمون مین اون روک اور مشکلات کا ذکر [illegible]
جو انسان کو حصول مشاہدہ یا دوسرے لفظون مین روحانی دنیا مین جانیکے وقت
پیش آتی ہین - اور نیز اسوقت اون طریقون کا بھی بیان کرنا چاہتے ہین جنسے وہ مشکلات
رفع ہو سکتی ہین اور انسان بعد دفعیہ اون روک اور مشکلات کی روحانی دنیا مین
جانے کی قابلیت پیدا کر سکتا ہے - مگر ہم اسموقع پر اسقدر لکھنا چاہتے ہین [illegible]
کی نسبت جو اکثر لوگون کا یہہ خیال ہے کہ اوسکے ممبران مذہبی کل مسائل کو محض [illegible]
و دلائل پر مبنی کرتے ہین یہہ غلطی ہے - براہمہ سماج محض علم اور عقل پر خدا [illegible]
کے ثبوت کو منحصر نہین کرتے بلکہ ایمان جبلی اور طریق مشاہدہ کے [illegible]
دلائل کی پیروی کرتی ہے - کیونکہ بغیر اول الذکر کے آخر الذکر کے نتائج [illegible]
معنی ہین - یہہ روحانی ہی مشاہدہ ہے اور روحانی ہی دنیا ہے جو مذہبی [illegible]
مثل آئینہ کے ظاہر کرتے ہین - روحانی دنیا مین جانے سے سب اختلاف مذہبی رفع
ہو جاتے ہین - ہر ایک دینی مسئلہ کی اصلیت کھل جاتی ہے - وہان داخل ہوتے ہی
[illegible] کل مذہبی تفریق کافور ہو جاتی ہے - وہان یہان کے مثل نہ کوئی [illegible] آریہ رہتا
[illegible] - نہ عیسائی رہتا ہے اور نہ بودہ - نہ یہودی رہتا ہے [illegible]
[illegible] آفتاب کی روشنی کے ہر ایک شے [illegible]

آنکھون سے ایک ہی شکل اور صورت مین معائنہ کرتے ہین اوسیطور پر روحانی دنیا مین بھی نور الٰہی کے ذریعہ سے ہم کل روحانی چیزین اور دینی مسائل صاف اور روشن دیکھتے ہین۔ وہان یہان کیطرح مذہب کے بارے مین کوئی عقلی یا اعتقادی افرقہ قایم نہین رہتا۔ وہان کیا وید کے معتقد اور کیا انجیل اور قران کے معتقد کل ایک ہوجاتے ہین۔ وہان جیسے خدا ایک ہے ویسی ہی اوسکے دین کی ایک ہی کتاب ہے اسلیئے سب اوسی حقیقی کتاب کی پیروی کرتے ہین۔ روحانی دنیا مین ہندو بجز حقیقی وید کے اوس وید کو نہین موجود پاتا ہے۔ جو سنسکرت زبان ہین ہے اور نہ وہان اوسے اپنے چوکے کا کہین نشان ملتا ہے اور نہ بت پرستی یا اوتار پرستی کا نہ وہ جگنناتھ جی کو پڑی ہین مقیم پاتا ہے۔ اور نہ مہادیوجی کو کاشی مین۔ وہان وہ گنگا اور جمنا۔ سرجو اور نربدا۔ ستلج اور راوی کو مثل اور دریاؤن کے سبکو بھاٹر کا پانی ملاحظہ کرتا ہے۔ وہان نہ وہ کسیکی چوٹی دیکھتا ہے اور نہ جنیو سب برن اور کل قومون کے لوگ وہان ایک ذات مین نظر آتے ہین۔ مسلمان جب روحانی دنیا مین داخل ہوتا ہے تو وہان وہ قران نہین دیکھتا جو عربی زبان مین ہے۔ اور نہ وہ بہشت دیکھتا ہے جسمین حورین اور غلمان موجود ہین۔ اور نہ وہان وہ کسی کو خدا کے خاص الخاص مین ایسا موجود پاتا ہے جو کسی قوم یا فریق کی شفاعت کا مدعی ہو عیسائی بھی وہان جاکر حیران ہوتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ اوسکی بائبل مین جن باتون کا ذکر تھا وہ کل راست نہین ہین وہان وہ دیکھتا ہے واحد لاشریک کے ساتھ وحدانیت ہے تثلیث اور تثلیث مین واحدانیت کا مسئلہ صادق نہین آتا ہے اور نہ ہمیشہ کے جہنم کا ہی کہیں نشان ملتا ہے کسیکی شفاعت کا بھی وہان پر کوئی مدعی نہین ہے اور نہ کسی انسان پر صرف ایمان لانے سے کسیکو گناہون سے نجات ملتی ہے وہان حسطور پر ہر ایک کو خدا کی بے ہمتا صورت صاف

اور عیان نظر آتی ہے۔ اوسیطرہ ہر ایک حقانی دین اور اوسکے سیدہی سادہی
عام فہم اور غیر مبدل مسایل بھی ایسے صاف اور روشن دکھائی دیتے ہین کہ جنمین
شک کرنیکی کسیکو گنجائش نہین رہتی۔ خداوند کریم ہم سبکو روحانی دنیامین جانے
کی قوت عطا کرے اور ہمسیر ایک پاسکیٹرین پنسکے کل جہگڑون سے نکالکر ایک
عالمگیر مذہب حقیقی کا معتقد بناکر ہماری ساری روحانی مرادون کو پورا کرے۔ آمین

ایمان اور علم

دونون کے جداگانہ مقاصد اور باہمی تعلقات

ہر ایک ایسے شخص کے لئے جو سچّے دیندار ہونے کی آرزو رکھتا ہو یہہ امر نہایت ضروری بلکہ لازمی ہے کہ وہ ایمان اور علم کی تعریف اونکے جداگانہ مقاصد اور اُنکی باہمی رشتہ کے مفہوم کو بخوبی تمام سمجھے اور ذہن نشین کرے خصوصًا اس بیسوین صدی کے زمانہ مین جبکہ نہ صرف لوگون کو آفتاب علم کی روشنی سے ہر ایک شئے کو اوسکی اور اصلی صورت مین مشاہدہ کرنیکی غرض سے اپنے اپنے دماغ کو روشن کرنیکا موقع حاصل ہے بلکہ انگلش گورنمنٹ کے زیر حکومت ہونے سے اعلیٰ تمنّا کی پورا کرنیوالی آزادی جیسی نعمت غیر مترقبہ بھی ہمکو حاصل ہے کہ جس سے ہم بلا خوف و خطر جھوٹے اصول کو چھوڑنے اور سچے اصولون کے اختیار کرنیکا پورا اجازہ رکھتے ہین -

ایمان .. مذہبی اصطلاح مین روح کی اوس قوت سے مراد ہے کہ جسکی بدولت انسان ایک غیر مجسم یعنی نرنکار اور اپنے سے اعلیٰ اور اپنے اوپر قادر اور حاکم کی روحانی یا چیتن شے کی ہستی کا بالطبع قایل ہوتا ہے اور اوسکے ساتھہ واسطہ یا تعلق پیدا کرتا ہے اور جسکی ترقی سے آخرکار ایک نیتا خدا کو جو تمام کائنات کا خالق ہے اپنا معبود حقیقی اور اپنی روحانی بھلائی کا منبع جان [illegible] حقیقی رشتہ [illegible] سے اپنے تئین فیضیاب کرتا ہے - یہی ایمان مذہب یا دین کی بنیاد ہے [illegible]

سائنس کہتے ہین اوس سے مراد یہان پر صرف اوس تحقیقات یا معلومات سے ہے کہ جو بیرونی یا جسمانی دنیا سے متعلق ہے۔ اور جسکی تحقیقات ظاہری خواہشون اور عقل پر مبنی ہے۔ اور یہہ معلومات جسمانی آرام اور آسایش کے مہیا کرنے و اونکو فروغ کرنے اور ترقی دینے۔ ذہن کو تیز اور رسا بنانے۔ بیرونی تہذیب کے وسایل بہم پہونچانے کا اعلی ذریعہ ہے دونون ہی انسان کے لئے ضروری ہین۔ پہلا روحانی بہبود و ترقی کے لئے دوسرا دنیوی بہبود اور ترقی کے لئے۔ دونون مین صانع حقیقی نے ایک ایسا عجیب اور عمدہ رشتہ رکھا ہے کہ بشرط اعتدال مین رہنے کے ایک دوسرے کا معاون اور مددگار ہے مگر فی زمانہ ہی دیکھا جاتا ہے کہ ایمان اور علم مین بجائے متفق ہو کر اعتدال کی صورت پکڑنے کے ایک پر دوسرے کے غالب آنے سے دیندار اور عالم کے نام سے دو جداگانہ فریق پیدا ہوگئے ہین جنمین ایمان (اعتقاد) غالب ہے وہ اپنے تئین سچے دیندار کا فخر کرکے فریق ثانی یعنی عالمون کو منکر اور دہریہ کہتے ہین اور جنمین علم غالب ہے وہ دیندارون کو متعصب۔ پاگل خبطی اور حقیقت حال سے ناواقف قرار دیتے ہین۔ دین علم کو اپنا جانی دشمن قرار دیتا ہے اور علم دین کو اپنی فتوحات کے حصول مین سدراہ قرار دیتا ہے جہان کہین لوگون کو علم فلسفہ کا کچھہ نہ کچھہ لطف ملا ہے وہان وہان دیکھا جاتا ہے کہ دیندار اور عالمون مین ایک سخت لڑائی واقع ہے اب سوال یہہ ہے کہ دونون مین فتح کسکی ہوگی۔ دین کی یا علم کی؟ اور آیندہ کو دنیا مین دیندارون کا نشان قایم رہیگا یا عالمون کا جھنڈا آیا لوگ علم کے پیرو ہوجائینگے یا ایمان کے معتقد بنینگے یا آخر کار دونون رفتہ رفتہ غیر اعتدالی کی صورت چھوڑکر اعتدال مین آکر ایک ہوجائینگے۔ ہم نہین بتا سکتے کہ ہم مذکورہ بالا سوالات کا جواب دین۔ یہہ امر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم ذیل اون اسباب کو ظاہر کرین کہ جو علم (سائنس) اور ایمان کی بنا کے ذریعہ گئے

ہین دنیا کی تاریخ کے دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دنیا مین ایمان کی ابتدا
علم سے کہین پہلے سے ہے۔ کیا معنی کہ جس زمانہ مین علم کا نام و نشان بھی نہ تھا
اور لوگ مطلق یہہ نہ جانتے تھے کہ ہر ایک چیز کی اصل ماہیت کی واقفیت محض قوانین
قدرت اور دلایل عقلی پر مبنی ہے اوس زمانہ مین بھی لوگون کے دل ایمان کی روشنی
سے منور تھے۔ بیشک یہہ معلوم نہین ہو سکتا اور نہ شاید آیندہ کبھی معلوم ہوگا کہ
کب اور کسوقت ایمان نے وجود مین آکر نوع انسان کے دلون مین اپنی جڑ قایم
کی۔ چنانچہ جسطرح کوئی فلاسفر۔ (فلسفہ کا عالم) یہہ نہین کہہ سکتا کہ بچے کے دماغ مین کب
اور کسوقت سے خیالات کے پیدا ہونے کا آغاز ہوتا ہے۔ اوسیطرح یہہ جاننا بھی قرین
امکان نہین معلوم ہوتا کہ انسان کب اور کیونکر ایمان کی بدولت دیندار بنا۔ مگر
ہان اسمین شک نہین کہ وہ زمانہ تھا کہ جب علم کا وجود درکنار اوسکے نام سے بھی
لوگ واقف نہ تھے۔ اور نہ یہہ جانتے تھے کہ قانون قدرت کس درخت کی شاخ کو کہتے
ہین۔ جدہر نظر ڈالتے تھے اوہ ہر دینی خیالات کے اکسانے والے۔ اور دلکو
جیسے ہوئے پیارے کی محبت مین غرق کرنیوالے سامان نظر آتے تھے۔ کیا سورج
کیا چاند کیا ستارے اور دیگر بے تعداد اجرام فلکی کیا یہہ عظیم الشان کرہ زمین کیا بڑے
بڑے اونچے اور آسمان کو چھونے والے پہاڑ کیا سمندر اور اوسکی مہیب آواز دینے
والی لہرین کیا ہوا کے بڑے بڑے طوفان اور جھکڑ۔ غرضکہ مخلوق کی کل چھوٹی
بڑی چیزین متفق اور ہم آواز ہوکر انسان کے دلون مین کسی غیبی معبود یا معبودون کی
بے قدرت اور رحمت سے منور کرتی تھین۔ غرضکہ جدہر دیکھو اوہر دین کا ذکر۔
جہان جاؤ وہان ایمان اور اعتقاد کی باتین سنی جاتی ہین۔ مگر رفتہ رفتہ وہ وقت
بھی نہ رہا۔ اور لوگون کے فکر نے ترقی شروع کی۔ اور پھر جی مین اس دنیا کے متعلق
بھی طرح طرح کے خیالات اوٹھنے لگے۔ یہہ دنیا کہان سے کیونکر وجود مین آئی

ہے - وہ کیونکر بنی ہے ؟ وہ کیسے بنی ہے کسنے بنایا ہے ؟ وہ کیونکر قایم ہے ؟ سورج چاند کیون کبھی ظاہر ہوتے ہین اور کبھی چھپ جاتے ہین - علی ہذا القیاس بیرونی نیچر کے ظہوروں یا فناہونا کی نسبت سیکڑون سوال پیدا ہوسکتے مگر سوالات تو اوٹھے الا انکا جواب کیونکر دیا جاوے بے علم اور بے عقل تو کچھہ ایسا تہا نہین - صرف عبادت ہی عبادت مناجات ہی مناجات اور استغراق ہی استغراق تہا - لیکن یہہ طبیعت انسانی کا خاصہ ہے کہ جب انسان کے دل مین کسی امر کی حقیقت جاننے کے لئے کوئی سوال پیدا ہوتا ہے تو جب تک کہ وہ اوسکا کوئی نہ کوئی جواب صحیح ہو یا غلط حاصل نہین کر لیتا تب تک اوسکے جی کو تشفی نہین ہوتی - پس شروع کے مذہبون ہر ایک سوال کے لئے کچھہ نہ کچھہ سبب گھڑکر اپنے اپنے جی کی تشفی کر لی - چنانچہ اوسوقت اونہون نے نہ صرف پیدایش کے مسئلہ کے حل کرنے مین اکتفا نہ کی بلکہ اوسی ایمان اور اعتقاد کے جوش اور ولولہ مین ہر ایک عجیب وغریب چیز اور واقعہ کے متعلق دریافت حال مین کچھہ نہ کچھہ موہوم خیال قایم کر کے اپنے دلون کی تسکین کر بیٹھے اور محض ایمان اور اعتقاد کی مدد سے کل امور اور واقعات کی ماہیت دریافت کر مثل ایک فلاسفر کے ہر ایک شے کی اصلیت جاننے کا گھمنڈ کرنے لگے اور خود ہی میان مٹھو بن بیٹھے - پس پہر تو یہہ کیفیت ہوگئی کہ جب کبھی کوئی قدرت کا عجیب وغریب واقعہ مثل سورج گرہن یا چاندگرہن وغیرہ کے دیکھتا اور اوسکے دلمین اس راز قدرت کے معلوم کرنیکی خواہش پیدا ہوتی تہا وہ فوراً دوڑتا اور ہادیان دین کے پاس پہونچکر مستفسر ہوتا - جناب ! آپ لوگ چونکہ کل راز قدرت اور اوسکے بہیدون سے واقفیت رکھتے ہین - مہربانی عنایت کر کے بتلائے کہ فلان واقعہ کیونکر ظہور مین آیا - سوال کا ہونا تہا کہ ہادی دین نے نہایت فخر کے ساتھہ اوسکا جواب دیکر اوسکی تشفی کر دی اور وہ خوش ہوکر اپنے گھر چلا گیا - چنانچہ اوس زمانہ کے ہادیان مذہب نے کل الہی معجزہ اور لغو باتین

اور روایتین جو اونسے مظاہر قدرت کی نسبت ظہور مین آئی تہین رفتہ رفتہ قلم بند ہو کر دنیا مین ہر ایک قوم کی کتب مذہبی مین رواج پاگئین اور بلحاظ زبان ملک وہ قرآن اور حدیث اور بائیبل وغیرہ نامون سے نامزد کی گئین اور آخر کو جب یہہ کتب لوگون مین رواج پاگئین۔ تو بس پہر ایک ہی فریق ہادیان مذہب کا رہ گیا کہ جو لوگون مین کل دینی و دنیوی مسایل اور قوانین قدرت کا رازدار سمجہا جاتا تہا اور اسلئے لوگون کے دلون مین اوسوقت مذہب اور احکام شریعت کا یہانتک دخل ہو گیا تہا کہ پہر جدہر دیکہو اودہر مذہب کی بادشاہت ہے۔ جہان جاؤ وہان ہادیان مذہب کی سلطنت ہے غرضکہ اسطور پر دنیا کی کل قومین ایک زمانہ تک ہادیان دین کی اطاعت کرتے رہین۔ مگر پہر رفتہ رفتہ زمانہ نے رنگ بدلنا شروع کیا اور دنیا مین مذہب کی بادشاہت کے مقابل اور ایک شخے بادشاہ نے سر نکالا اور اوسکی حکومت کا آغاز ہونے لگا۔ کیونکہ انسان کی طبعیت مین خداوند کریم نے جسطور پر دینی حس پیدا کیا ہے۔ اوسیطور پر اوسنے اوسے سوچ وبچار اور غور وفکر کو ساتہہ مشاہدہ کی ہی حس سے مشرف کیا ہے چنانچہ جب پہلا شاعری کا زمانہ گذر گیا اور لوگون کے فکر نے پہلے کی نسبت زیادہ ترقی حاصل کی۔ تو سابق کے مانند بلاسوچے سمجہے ہر ایک بات کے قبول کر لینے کا طریقہ جاتا رہا۔ بس پہر اونہون نے کل امورات واقعات اور قوانین قدرت کو بنظر غور مشاہدہ کرنا شروع کیا اور ہر ایک شے کی اصل ماہیت معلوم کرنے کی غرض سے اوسکے متعلق خاص اصول اور قوانین کا فکر کرنے لگے غرضکہ رفتہ رفتہ اونہون نے ہر ایک بات مین عقل اور فکر۔ حجت اور دلیل کو دخل دینا شروع کیا۔ اور ہر ایک امر خواہ پیشتر سے کیسا ہی معتبر سمجہا گیا ہو اور ہادیان مذہب اوسکی کیسی ہی گواہی کیون نہ دیتے ہون بلا ثبوت اعتبار کرنا چہوڑ دیا۔ پہر تو کوئی قول یا فعل یا واقعہ خواہ وہ عالم لوگون کی نظر مین خدا سے ہی منسوب نہ سمجہا جاتا ہو

ایسا نہ تھا جسکو اونہون نے ایک دفعہ عقل اور حقیقت اور قوانین قدرت کی کسوٹی پر کھینچ نہین ڈالا۔ کہ جسپر کھینچتے ہی اونہین معلوم ہوگیا۔ کہ ہادیان مذہب کی جتنی روایتون اور حدیثون اور پرانون کا دم بھرتے ہین وہ سب لغو اور بیہ اصل ہین اور اوتار اور پیغمبر بھی ایسے نہین جنکی کل باتین قابل یقین سمجھی جاسکین۔ چنانچہ اس خیال اور تجربہ مین اونکے دنون دن ترقی ہونے لگی۔ اور روز بروز اونکی تحقیق اور تمیز زیادہ سے زیادہ بڑھنے لگی۔ اور دل مین اس تحقیقات کے متعلق صدہا صداقتین ایسی ایسی ظاہر ہونے لگین کہ جس سے اونکا دل اپنی تحقیقات کو واقعی اور صحیح ہونے مین کامل بھروسہ کے ساتھ یقین کرنے لگا یعنی کہ انتظام دنیا کے بابت سیکڑون ایسی روایتین جو دینداروں مین مروج تہین اور جن پر ہادیان مذہب کم فہمی اور توہمات کے بندے ہوکر یقین کرتے تھے۔ ان محققون کے نزدیک نہ صرف جھوٹھہ اور لغو ثابت ہوئین۔ بلکہ اونکے تحقیقات کے سلسلے ان چیزون کی سچی اور روشن تصویر بھی کھینچکر اونکے سامنے لا رکھدی۔ اور پھر انپر صاف صاف منکشف ہوگیا۔ کہ انتظام دنیا کا جن اصولون پر قایم ہے وہ کچھ اور ہین اور ہادیان مذہب کے ڈھکوسلے ان امورات کی نسبت محض بے بنیاد ہین۔ اونہون نے دیکھا کہ جن قوانین کی بنا پر یہہ سارا انتظام کائنات کا مبنی ہے وہ ہادیان مذہب کے کبھی خواب و خیال مین بھی نہین آئے۔ چنانچہ اس راز کا افشان ہونا تھا۔ کہ محققون نے کھلم کھلا کتب مذہبی پر عیب گیری شروع کردی۔ اور ہادیان مذہب کی روایتون پر نکتہ چینی کرنے لگے اور ہادیان مذہب محض تصور الہی کے سر وہین جو کچھہ کہانیان گھڑتے چلے آئے تھے۔ اونہون نے اونکی جڑ اوکھاڑنی شروع کی اور خاص و عام مین ایک قسم کا اونہون نے تہلکہ ڈال دیا۔ کون تہا جسنے ان محققون کو اس زور و شور کے ساتھہ ہادیان دین پر حملہ کرنے دیا۔ بلکہ

مستعد کر دیا - اور اونسے مقابلہ کرنیکی طاقت دیدی ؟ یہہ وہی تھا جسکو ہم لوگ علم سے موسوم کرتے ہین - مگر اوسوقت دین کی بادشاہت مین بیچارہ علم (سائنس) کی حکومت کو کون سنتا تھا ہر ایک چھوٹے بڑے نے محققون کے بارے مین کفر کے فتوے دینے شروع کئے - اور خاص و عام ان بیچارون کو منکر - کافر - مشرک اور دھریہ وغیرہ نامون سے نامزد کرنے لگے اور علم و فلسفہ کے جانی دشمن ہو گئے اور یہی بنیاد فساد طرفین کی ہوئی - پھر تو جدہر دیکھو اودہر مار مار تھی - محققون اور ہادیان مذہب مین وہ سخت لڑائی شروع ہوئی کہ جسکے خیال کرنے سے ایک دفعہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین چنانچہ دنیا کی تاریخ اون واقعات سے بھری ہوئی ہے - کہ جسکے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا عالمون اور محققون پر ہادیان مذہب کی طرف سے اتنی جلادی اور سفاکی ہوئی ہے کہ جسکی کچھہ انتہا نہین اور وجہ اس حیرت ناک کشت وخون کی محض یہہ تھی کہ یہہ لوگ اپنے ہمجنس بھائیون کی بھی ہمدردی کی تحریک سے علم اور عقل کی تعلیم مین ترقی مدنظر رکھتے تھے - اور چاہتے تھے کہ لوگ مثل اونکے چھوٹے توہمات اور تعصبات کی بیڑیون کو کاٹ کر آزاد ہون - یہی خاص وجہ تھی کہ دینداارون نے ان بیچارون پر ظلم اور تعدی کو روا کیا - چنانچہ دنیا کے بڑے بڑے اور مشہور فلاسفرون نے مذہب والون کے ہاتھہ سے جو کچھہ مصیبتین اوٹھائی ہین اونکے خیال کرنے سے ایک دفعہ پتھر کا دل بھی پانی ہو جاتا ہے - اور وہ بھی معمولی مصیبتون اور محض رواجی فتون سے اونکا پیچھا نہین چھٹا - بلکہ اکثر اوقات اونکا اس سچی مخالفت مین سر بھی تن سے جدا کیا گیا ہے - مگر یہہ سب کچھہ اونہون نے دلی حوصلگی کیساتھہ برداشت کیا - اور کبھی حقیقت کے پھیلانے مین ایک قدم بھی پیچھے نہ رکھا - سچ ہے راستی ایسی چیز ہے - کہین ہو خواہ علم سے متعلق ہو یا دین سے جہان کہین راستی ہے وہان اونکی

عدیم المثال طاقت دیکھی گئی ہے - اور یہہ کلام منڈکوپنشد کا ہمیشہ سے صادق رہا
ہے کہ سत्यमेवजयतेनानृतम राستی کی فتح ہوگی جھوٹھہ کی نہین) کیونکہ راستی
خدا ہے اور خدا خود راستی ہے - پس اگر مذہب والے چاہین کہ وہ اپنے جہوٹے
اور لغو مسایل اور بے اصل روایتون - اور تعصبانہ ہدایتون کی وعظ اور نصیحت
سے علم کی تحقیق شدہ صداقتون سے لوگون کو محروم کردین تو یہہ اونکی محض
کم فہمی اور عین خام خیالی ہے - اور برخلاف اوسکے اگر عالم اور محقق یہہ چاہین
کہ وہ دین کی روحانی صداقتون اور دینداروں کے سچے مسایل ایمانی کو دنیا سے
دفع کردین تو یہہ اونکی محض بے علمی اور کوتہ اندیشی ہے - خدا کی عبادت اور اوسکے ایک
حقیقی عابد کی روحانی طاقت کے مقابل ہزار عالمون اور لاکہہ محققون کی بے سروپا
دلیلین اور بے اصل تحقیقاتین کچھہ حقیقت نہین رکھتین - علم کا دریافت ہونا
اور اوسکے متعلق اصول اور قوانین قدرت کا معلوم ہونا نہ صرف مذہبی توہمات
اور تعصبات کی اصلاح کا باعث ہوا - بلکہ ہمارے روزمرہ کے تعلقات زندگی
مین نہایت ترقی ظہور مین آئی - اوسکے طفیل لوگ برسون کا سفر مہینون مین اور
مہینون کا چند دنون مین اور گہنٹون مین طے کرنے لگے - برسون مین پہونچنے والی
خبرون کو چند منٹون مین پہونچانے لگے - جن آنکہون سے بمشکل ایک یا دو میل کے
فاصلہ کی چیز دیکھہ سکتے تھے - اب کڑورون میل کی دور دراز اشیا ر کا گہر بیٹھے تماشا
دیکھنے لگے غرضکہ زندگی کے کل مراتب مین کیا کھانے پینے اور پہرنے کی چیزون مین
کیا دیگر ضروری باتون مین علم کا عجیب وغریب پرسحر اثر دیکھا جاتا ہے - چنانچہ
اگر ہم ہزار برس پہلے کے آدمیون سے اپنے تئین مقابلہ کرین - اور کل مراتب زندگی
کو بغور ملاحظہ کرین تو معلوم ہوتا کہ جو نسبت عالم اور جاہل کی ہے ہمکو اونسے کوئی نسبت
ہی نہین - یا یون کہو ہم اونکے مقابل ایسے معلوم ہونگے کہ گویا ہماری ایک اور نئی اور

اعلیٰ النسل انسانی پیدا ہوئی ہے - چنانچہ یہہ سب کسکے طفیل ہے ؟ صرف علم
کی طفیل علم نے ہمارے مشاہدات کی طاقت کو یہان تک بڑہا دیا ہے کہ جسکی
کچھہ انتہا نہین - گویا زمین اور آسمان کے قلابے ایک کردیئے ہین کیا چہوٹی کیا بڑی
چیز مین دیکھو اسقدر تحقیقات ہوئی ہے کہ جدہر نظر پہیرو اودہر ایک معجزہ دکہائی
دیتا ہے الا اس علمی ترقی کو دیکھکر بعض محققین جو یہہ خیال کرتے ہین کہ پس اب
کسی زمانہ مین دین یا دہرم کا دنیا مین نام ونشان نہ رہیگا یہہ محض خام خیالی
اور کوتہ اندیشی ہے - اور کوئی حق پسند اور دور اندیش اونکی اس بات سے
اتفاق نہین کرسکتا کہ اس باہمی تکرار مین دو مین سے ایک کو کبھی قطعی فتح اور دوسرے
کو کبھی پوری پوری شکست ملیگی - کیونکہ مذہب والون سے صرف یہہ غلطی ہوئی
کہ جن باتون کا وہ خود صحیح صحیح علم نہ رکھتے تہے - اونکے جاننے کے محض روایتون
کی پابندی مین مدعی بنے - اور جو ملک اونکی حد حکومت سے باہر تہا - اسمین حکومت
کرنیکی غرض سے قوانین منضبط کرنے لگے اور جس چیز کا اونہین حق نہ پہونچتا تہا
اوسکو ہٹ دہرمی سے اپنی میراث سمجھنے لگے - اور یہی وجہ ہوئی کہ زمانہ حال کے
خیالات سے اونہین پس پا ہونا پڑا - اگر وہ اپنے حلقہ (دایرہ دین) سے باہر پاؤن
نہ دہرتے اور اون باتون کے جاننے کے مدعی نہ ہوتے کہ جنکا اونکے احاطۂ تحقیقات
سے کچھہ تعلق نہ تہا تو آج وہ اس ضعف اور بیکسی کی نوبت کو ہرگز ہرگز نہ پہونچتے
لیکن یہان تو برخلاف اس سچے عمل درآمد کے ہادیان مذاہب کے گمراہ فرقے نے
خودہی کل قوانین قدرت اور انتظام کائنات کے رازدار بن جانے کا دم بہرنا
چاہا اور چاہا کہ خاص و عام محض اونہین کے خیالات کے مطیع ہوجاوین - مگر یہہ کب
ممکن تہا - آخر علم نے اونکی قلعی کہولدی اور وہ اپنے کئے کو پہونچے - الا
اس سے یہہ نہ سمجھا چاہئیے کہ دین نے علم سے شکست کہائی - کیونکہ دین

اور دینداروں میں ویسا ہی فرق ہے جیسا کہ جھوٹ اور سچ بولنے والے ہیں۔ اگر کوئی شخص خود
سچ نہ بولے اور اپنے آپ کو سچا اور راست باز ظاہر کرے تو اوس سے وہ سچائی کی
اوٹ میں جھوٹ بولنے کا باعث جب کبھی پر ندامت حاصل کریگا تو یہ نہیں سمجھا جائیگا کہ یہ
جھوٹے کی ندامت ہے بلکہ سچ کو شکست پہنچا۔ اسیطرح ادیان مذہب کے جھوٹے مسائل
اور بے اصل روائتوں کو علم سے زک پہونچنے کے باعث جو نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ دین کو
زک سے دین کو شکست نصیب ہوئی۔ چنانچہ اس تجربہ سے طرف ثانی بھی اسکی شاہد
ہیں کیونکہ جو غلطی مذہب والوں کے عائد حال رہی وہی خرابی عالموں اور
محققوں کے بھی دامنگیر ہے۔ کیا اکثر اوقات وہ علم اور فلسفہ کے زعم پر
یہ کہتے ہوئے نہیں سنے گئے کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ جسمیں مذہب کو دنیا کے
لوگوں کو سلام کرکے رخصت ہوجانا چاہئے۔ پس یہ لوگ بھی دنیا کی پہلی [illegible]
صداقتوں کے سمجھنے میں تو بہرے [illegible] خالص تعصب اختلاف [illegible]
سمجھتے ہیں بلکہ برخلاف اسکے یہ لوگ دینی اعتقادوں کی پاکیزہ باتوں پر [illegible]
چلاتے ہیں اور سچی اخلاقی اور روحانی امور کو [illegible]
[illegible] کرتے ہیں کہ اوسکے نصیحت سے [illegible]
ہے۔ چنانچہ اسی خام خیالی اور گھمنڈ کی بدولت یہ نتیجہ انکے [illegible] ہوئے ہیں۔ کیا
اکثر فلاسفروں نے موت کیوقت انجام کار اپنی دہریت کا اظہار نہیں کر دیا [illegible]
کیا وہ اوس نازک وقت میں جبکہ انکی روح قالب عنصری سے [illegible]
تھی اشرمساری اور عاجزی کے ساتھ اپنی غلطیوں کے معترف نہیں ہو گئے
باوجود اون کوششوں کے کہ جو وہ نوع انسان کے دلوں سے [illegible]
نے کے بارے میں آجتک کرتے آئے ہیں دین جون کا تون اپنی جگہ پر قائم ہے۔
وہ اب بھی پہلے کی طرح سر اوٹھائے ہوئے آسمان سے باتین کر رہا ہے اور اپنے [illegible]

حقیقی کی جنون کا نعرہ زن ہے - وہ مثل سابق کے اب بھی لذات محسوسات کے
ماندے اور تھکے ہارے - پاپ کی پوٹ سے لدے ہوئے بے چین اور بے تسکین
لوگون کو آرام اور راحت تسکین اور صلاحیت دینے کے لئے بلا رہا ہے گنہگارون
کے جلتے دلون کو پاکیزگی اور پریم کا امرت دیکر ٹھنڈا کر رہا ہے خوف کھانیوالے
اور اور ناامید لوگون کو اننت آنند اور شانتی کی برکت دیکر مالا مال کر رہا ہے۔
باوجودیکہ اکثر غلط مغز مذہب کی صداقتون پر ہمیشہ لعن طعن کرتے رہے - اور سدا
حقارت اور نفرت کی آنکھون سے دیکھتے رہے - تاہم کوئی ملک ایسا نہ پاؤگے
جہان کے لوگ اس کائنات کے پیدا کنندہ معبود اور معبود حقیقی کی جان سے دشمنی [illegible]
ہون - اور حلم محبت اور خاکساری کا لباس پہنکر اوسکے اعلی دربار مین عاجزی و انکسار
کے ساتھ اوسکے قدمون کا بوسہ نہ لیتے ہون - ہان آج تک سنا نہیں گیا کہ مذہب
علم کی ترقی کو روک نہین سکتا الا علم بھی کبھی دین اور اوسکی ترقی کو زوال نہین
پہونچا سکتا تو پھر کیا سبب ہے اور کرنا لازم ہے کہ جب دونون لازوال اور ابدی ہین
تو پھر اسطرح ہمیشہ آپس مین مخالفت اور منافقت جاری [illegible]
[illegible] کوئی اپنی اپنی حد سے باہر پاؤن نہ دھرے کیونکہ ان
دونون [illegible] ذاتی مخالفت نہین ہے [illegible]
لیکن اعتدال کو چھوڑ کر دونون کی حد سے باہر چلے جاتے ہین اور خواہ مخواہ اپنے پیروؤن
کے ذہن مین یہ بات بٹھاتے ہین کہ علم اور ایمان باہم ایک دوسرے سے [illegible]
[illegible] مضمون مین ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہین کہ اون دونون کی حدود
کیا ہین جنکے باہر پاؤن نہ دھرنے سے دونون مین بجائے اتفاق اور اتحاد کی صورت
موجود رہتی ہے اور ایک کے وجود کو دوسرے سے کامل مدد پہنچتی ہے سمجھنا
چاہیے کہ بطور پر انسان کی روح مین ایک طبعی حس ایسی پیدا کی گئی ہے کہ جو اوسکو ایک

غیر مجسم یعنی منزا کا اور اچھوتے انکی اور انچھو او پر قادر اور تمام ہستی روحانی یا
جسمانی شے کی ہستی کو بالوضع یقین کرنے کی طرف مایل کرتی ہے - اور دوسری پہلی ایک
دوسری حس بھی ایسی موجود ہے کہ جو اسکو موجودات کے حال پر غور و فکر کرنے
اور انکی ماہیت جاننے اور حقیقت حال کے معلوم کرنے کی طرف رجوع رکھتی ہے -
ان دونوں میں سے اول حس کو حس دینی یا ایمانیات کہتے ہیں اور دوسری کو
عقل سے تعبیر کرتے ہیں مگر یہ عقل بھی علمی معلومات خود بخود پیدا نہیں کرتی -
بلکہ ظاہری حواسوں کے ذریعہ انسان اول اول مشاہدہ اور تجربہ کے ساتھ جو
جو قوانین [illegible] حاصل کرتا ہے اور انکو ترتیب دیکر اور [illegible] انکے اندر سے
منطقی قیاس [illegible] ترکیب کرکے نتیجہ نکالتی ہے - اور یہی تمام نتائج فلسفہ کے اندر
درست ثابت ہونے کے قوانین ہیں جو کہ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
پیدا نہیں ہوتی [illegible]
[illegible]
کی رہبری [illegible]
نتیجہ نکالا جاتا ہے تب [illegible]

چلے جاتے ہین - پس صاف ظاہر ہے کہ جیسے عقل کی رہبری اور مدد حواس ظاہری
کے لئے ضروری ہے ویسی ہی حواس اندرونی کے لئے کہ جسے تمام طور سے ایمان
کہتے ہین اور اسیطور سے عقل کو بہی ظاہری حواسون اور قوا ایمانیہ کی امداد کی ضرورت
ہے - کیونکہ اونکے بغیر اوسے خود کسی چیز کا علم نہین ہوسکتا اور نہ اوسے
بیرونی دنیا اور روح کے متعلق ایسے امور و واقعات ہی اخذ کرسکتی ہین جنسے یہ کوئی نتیجہ
نکال سکے - مذہب والون کی سخت غلطی یہی ہے کہ وہ صوفیہ مین عقل کو اوس حد تک دخل دینے سے انکار کرتے
ہین جہان تک اوسکا دخل خود خدا نے روحانی امور کی تحقیق اور پڑتال کرنے اور صحیح امر کو غلط سے تمیز کرنے
اور اوسکی مدد سے توہمات کی تاریکی سے نکلنے اور حق یا صداقت کی روشنی مین پہونچنے کے لئے لازمی
رکہا ہے اور اسیطور پر علم کے پیرون کی سخت نادانی ہے اور انتہا کی بیوقوفی ہے کہ روح کے ان اندرونی
حواسون سے ہی منکر ہونے کی کوشش کرتے ہین کہ جو روحانی امور اور علم الہیات کی تحقیقات کا
ابتدائی اور اصل ذریعہ ہین اور جنکے انکار سے آخر کار انسان اپنی زندگی کے لحاظ سے اونکی اعلی وجہ
کا مہذب ہو کر بہی جانورون سے کچہہ فضیلت نہین پاسکتا ہمین کچہہ خاص مطلب نہین ہے یا اوس سے انکار رہا
اغراض کہ ہمارا کام نہین بلکہ ہم دونو باہمی رشتہ کو پہچان کر ہر ایک کی ضرورت و حد اعتدال کے ساتہ فائدہ
اوٹہانا ضروری ہے اسی اعتدال کی بنا پر ہم دیکہہ سکتے ہین کہ ایمان اور علم مین کسی قسم کا اختلاف
موجود نہین رہتا ہے - اور دین اور علم مین بخوبی تمام مطابقت کا رشتہ قائم ہوجاتا
لیکن اگر کوئی دنیادار بنظر استغراق اور ایمان کی آنکہون سے دنیا کے نادر الظہور حوادث اور
حقیقت کو دیکہنے کا مدعی ہو تو معلوم کرنا چاہیے کہ وہ اوس صورت مین ایسی آنکہون سے دیکہتا ہے
کہ جو دیکہنے مین گو بڑی بڑی معلوم ہوتی ہین مگر روشنی کے بغیر مثل اندہی کے کسی چیز کے
دیکہنے کو توانا نہین ہین اور اسلیئے اون آنکہون سے اس دنیا کے متعلق جو کچہہ دیکہا جاتا ہے
وہ سب لغویات اور کچہہ نہین ہوتا اسیطور پر اگر ایک عالم شخص کبہی مثل
دنیادارون کے اپنے تئین محض عقل اور مشاہدہ کی ہی قوتون ہین

محدود رہتے اور جن قواعد کے ساتھ وہ بیرونی نیچر کی نسبت اور قوانین نیچر معلوم کیا
کرتا ہے۔ اونھین قواعد کے ذریعے سے وہ اندرونی نیچر یعنی روحانی دنیا کی حقیقت
حال جاننے کا قصد کرے اور محض اپنی عقل اور فلسفہ کی روشنی سے بلا امداد اپنی نور
استغراق کی آنکھون کے اوس بے ہمتا اور مسبب حقیقی کی ہستی کے دیکھنے اور
سمجھنے کا دعوی کرے تو اوسکی مثال ٹھیک مانند اوس شخص کے ہوگی کہ جو باوجودیکہ ٹھیک
مین دوپہر کیوقت آفتاب کی عمدہ سے عمدہ روشنی مین تو کھڑا ہے۔ مگر آنکھون مین
پٹی باندھے ہوئی ہے اور چاہتا ہے کہ سامنے کی اشیا کا اچھی طرح سے رنگ و
روپ مشاہدہ کرے جسطور پر وہ اندھا باوجود روشنی کے پھر کچھ دیکھ نہین سکتا
اوسیطور پر وہ شخص جو اپنے علم اور فلسفہ کے نشہ مین مادی اشیا کے مشاہدہ کے
قوانین کو غیر مادی شے کے مشاہدہ سے وابستہ کرتا ہے بجز تاریکی کے کچھ نہین دیکھتا
اور اسلیے اس بارے مین اوسکی کل تحقیقات لڑکون کا کھیل ہو جاتی ہے اور حقیقت
حال کے لحاظ سے قطعی لغو اور بیہودہ ہوتی ہے۔ اوسکو چاہئے کہ کسی ایسی تحقیقات
مین جو دین سے متعلق ہو محض اپنی عقل اور مشاہدہ کی قوت پر نازان نہ ہو بلکہ
اوسوقت وہ اوس دینی حس یا قوائے ایمانیہ کی امداد سے فائدہ اوٹھاوے
کہ جسکو قادر مطلق نے محض اسی غرض سے روح کی فطرت مین شامل کر دیا ہے
اور نیز اون تمام کتب کو پڑھے کہ جنکو وہ بیدار لوگ روحانی معاملات کی حقیقت
حال کے بیان مین ہزارون برسون سے لکھتے آئے ہین اور اون اصولون کو سیکھے
کہ جنکے ساتھ تحقیقات کرنے سے دینی صداقتون کا علم حاصل ہوتا ہے۔ اور اگر وہ یہ
سب کچھ کرنے کو مستعد نہین ہے تو اوسکے لئے کسی ایسی تحقیقات مین دخل دینا
بے فائدہ ہے کیونکہ جب تک وہ دینی صداقتون کو صرف دنیوی علم یا فلسفہ
کی آنکھون سے دیکھنے کا مدعی رہیگا تب تک وہ ہرگز ہرگز کسی صحیح نتیجہ پر نہین پہنچیگا

پہونچ سکتا اور اسلیئے اوسکی کل تحقیقات لغو اور بے اصل ہونگی - اور دنیادارون کی نظرون مین بجز مضحکہ پیدا کرنے کے اور کسی مصرف کی نہوگی - +

مبارک ہے براہمہ دہرم جسنے علم اور ایمان کے ہزارون برس کے جہگڑون کو آکر رفع کیا - اور مدت دراز کے بچہڑون کو گمراہی سے نکال راہ حق مین لاکر ملا دیا - مبارک ہین وہ لوگ جنہون نے براہمہ دہرم کی روشنی پاکر علم اور ایمان کو ایک کیا ہے اور اونمین جو سچا رشتہ خالق نے قایم کر دیا ہے اوسے پہچان کر انکے باہمی نفاق سے رہائی اور تشفی پائی ہے - اور دونون کی ترقی مین نوع انسان کی بہلائی اور اونکے اتحاد مین حکیم کل کی بزرگی دیتے ہین سچ ہے براہمہ دہرم یعنی خدا کا دین اگر مصلح کل نہو تو پہر وہ خدا کا دین خالص نہین ہوسکتا تہا جیسے ہونیکا اوسے دعوے ہے اور جسکے لیئے اس زمانہ مین اوسکا ظہور ہوا ہے -

دین حقیقی کی پوری تصویر

… انسان کی تین حالتیں ہیں - بچپن - جوانی - بڑھاپا - تینوں کا رنگ روپ جدا …
… ہر ایک کی خاصیت بھی علیحدہ ہے - بچہ کی جو عادت ہے وہ جوان میں …
… ان کی خاصیت بچے اور بڑھے میں پائی نہیں جاتی ہمارے سامنے …
… ہے - اس میں ہم کیا دیکھتے ہیں - جسم کا خیال چھوڑ کر نظر …
… اسکی خصلت کا ملاحظہ کریں تو معلوم ہوگا کہ بچہ میں …
… ہے - دوسری طرف صدق دلی بھی پوری پوری …
… کہ گویا اس میں بالکل دخل نہیں ہے - قوت بشواس یا ایمان …
… ہوتی ہے کہ اوسکے ماں باپ یا محافظ ایک دفعہ صحیح یا غلط …
… سکھلا دیتے ہیں وہ اوسے پورا پورا یقین کرتا ہے اور …
… اس میں شک یا تامل کسکو کہتے ہیں - اوسکے یقین میں شک کی …
… - بچہ اسکی فطرت سے ہی بعید ہے کہ وہ کسی عقیدہ …
… کرے - تب ہی اس معصوم کا ایسا ہی صاف ہوتا ہے جیسا …
… - سچ سوبھاؤ اور صدق دلی کا گویا پتلا ہوتا ہے - جو …
… یقین کرتا ہے دوسروں کے سامنے بیدریغ ظاہر کر دیتا ہے …
… انکھوں میں نہ اُسے شرم ہوتی ہے اور نہ لاج آتی ہے -

ہم اپنے جب ... کے عالم مین پہونچتا ہے تب اوسکی خصلت کچھ اور ہی
ہو جاتی ہے - اب جو شخص سچ سمجھکر اپنا باپ وغیرہ کی ہر ایک بات سچ کر
مانتا ہے سمجھکر [illegible] لاتا ہے [illegible] بات کہنا [illegible]
اسکو شخص [illegible] کے باتون و شبہہ یقین نہین کرتا ہے جیسے بچگی کی حالت مین
کرتا تھا - اب اگر وہ بعض باتین اپنے ذہن کے ساتھ مطابق پاکر یقین کرتا ہے
تو ساتھ ہی اسکے کچھ باتون مین مطابقت نہ پاکر شک کرتا ہے اور بسا اوقات یقین
بھی نہین کرتا ہے - علاوہ اسکے شجر جوانی ایک اور پھل بھی لاتا ہے -
اور اوسکا نام سرگرمی یا جوش ہے - شباب کی حالت مین ساری قوتین زور
پر ہوتی ہین - اور انسان بالطبع اس عمر مین زیادہ مستعد اور سرگرم پایا جاتا
ہے -

اب بڑھاپے کی صورت پر نگاہ ڈالو - اسمین نہ وہ سرگرمی ہے اور نہ وہ جوش -
بلکہ [illegible] اوسکے ڈھیلاپن اور ضعف طاری ہوتا ہے - دل ٹوٹ جاتا ہے
دنیا کے سارے مزے پھیکے ہو جاتے ہین - خواہشات حیوانی سب پست ہو جاتی
ہین جبتک جیتا ہے - جسم کے قیام کے لئے کھاتا بھی ہے پیتا بھی ہے سوتا بھی
جاگتا بھی ہے - مگر یہہ کھانا اور پینا اور [illegible] اسون کا سکھ ہو گیا اس حالت سے
بالکل مختلف ہوتا ہے جسکو جوانی کہتے ہین - یہان کی امیدین رفتہ رفتہ
کنارہ کش ہو جاتی ہین - قواے جسمانی ایک دوسرے کے بعد جواب دیتے
چلے جاتے ہین - پھر تو صرف ایک سانس چلتے ہین اور جسم سے روح کا تعلق رہتا ہے
تبتک جسطرح ہوتا ہے حیات جسمانی پورا کرتا ہے - اور تکلف اور آرام اور آسایش
کے جھگڑون سے کنارہ کش ہو جاتا ہے -

اے ناظرین ان تینون تصورون کو اچھی طرح اپنے سامنے رکھو اور عمدہ طرح سے

اونکے رنگ روپ کا اپنے دل مین نقشہ قایم کرو۔ اور پھر دیکھو کہ حقیقی دین الٰہی تینون نکے اندر چھپا ہوا ہے۔ پورے دین کو پوری شکل مین دیکھو۔ اگر کسی ایک حالت مین ہی ڈھونڈوگے تو وہ جزوی ہوگا۔ اگر کُل انسان کی مکمل صورت مین اُسے تلاش کروگے تو وہ مکمل صورت مین ملیگا۔

پس اگر نیچرل یعنی (دین حقیقی) کے مکمل صورت مین دیکھنے کے خواستگار ہو۔ تو مذکورہ بالا تینون حالتین اپنی روح مین پیدا کرو۔ ایک ہی وقت مین بچے۔ جوان اور بڈھے بنجاؤ۔ اور بنتے ہی دین حقیقی کی کنجی اپنے ہاتھ مین لیلو۔ تم کہو گے یہہ عجیب ہدایت ہے ایک ہی وقت مین انسان کیونکر سب کچھ بن سکتا ہے۔ ہم اب جوان ہین بھلا اسوقت بچے اور بڈھے کیونکر بن سکتے ہین؟ مگر نہین۔ یہہ امر قانون قدرت کے خلاف نہین جسمی لحاظ سے بیشک کا یا پلٹنا ناممکن ہے۔ مگر روحانی خصایل کے لحاظ سے نہ صرف ممکن ہے بلکہ واجب ہے۔ کیونکہ بغیر اسکے کوئی سچا دیندار نہین ہوسکتا اور حقیقی دین کی اصلیت کو سمجھہ نہین سکتا۔ دنیا مین اُور جسقدر مشہور مذہب مروج ہین اُنمین اگر کوئی بڑا نقص ہے تو یہی ہے کہ وہ جزوی ہین۔ اور اسلیئے انسان کی فطرت پر پورے پورے محیط اور موثر نہین پائے جاتے۔ پورا مذہب پوری فطرت پر مبنی ہے اسلیئے اسکے پوری فطرت کے اصولون کا سمجھنا ہم پر فرض ہے ❊

جو لوگ کسی مخصوص انسان یا الہامی کتاب کے پیرو ہین اور محض اُسکو اپنی ہدایت کا ذریعہ سمجھتے ہین وہ ظاہر ہے کہ صرف بچگی کے زمانہ کی تائید کرتے ہین۔ جوانی کی عمر کو اسمین دخل نہین دیتے۔ بلا کم وکاست اور بلا شک وشبہ جسطرح بچہ والدین کے کلام پر ایمان لاتا ہے اُنکی ہدایت کا ثبات بھی وہی ہے۔ جوانی کے انڈی پنڈنس (آزادی) کو اسمین بالکل دخل نہین۔ کیونکہ اُس پر یہہ فتوی

دیا جاتا ہے "ہر کہ شک وارد کافر گردد" پیغمبری پاک کتب مقدسہ کے ایمان کے
زیر سایہ انڈی پنڈنس کا پودا اُگ نہیں سکتا اور نہ کبھی بار ور ہو کر پھول پھل
لاتا ہے۔

اسیطرح جو لوگ صرف جوان بنکر ہی دہرم کی صداقتون کو ڈھونڈنا چاہتے ہین
وہ بھی مثل بچلون کے صرف جزوی فطرت مین کُل اصول کو حاصل کرنا چاہتے
ہین کہ جو ہرگز ممکن نہین۔ آجکل کے بہت سے پڑھے لکھے جنکو تعلیم یافتہ کہا
جاتا ہے وہ بباعث باقاعدہ اور معتدل تربیت نہ پانے کے اور قوت ایمان
کی برکت پا اور ہدایت سے باغی ہو جانیکے ابتدائی خودنمایان صداقتون کے یقین کرنے وقت
بھی معذور دیکھے جاتے ہین کسی روحانی یا اخلاقی صداقت مین اُنکا
یقین صاف ٹھہرا مضبوط اور کامل نہین ہوتا۔ زندگی مین اُنکے ہر یک کے
حسب حال وہ دوسرا جوہر بھی نظر نہین آتا کہ جسے پہلے [illegible] اور [illegible] سو [illegible]
موسوم کیا ہے۔ سر سے پیر تک بناوٹ کے پُتلے دکھائی دیتے ہین۔ فطرت
انسانی اُنمین ایسی بدنما معلوم ہوتی ہے کہ اوسکا اصل رنگ روپ بھی
سمجھنا انسان کے لئے مشکل ہو جاتا ہے ٭

غرضکہ حقیقی دین کی ہدایت یہ ہے کہ خدا پر جو ایمان قایم کرو اور روحانی
صداقتون پر جو یقین لاؤ وہ ایسا ایمان ہو جسکو جیتا اور جاگتا ایمان کہتے ہین
جسکا نقش تمہارے دل پر مثل نقش بر آب نہ ہو بلکہ مثل اُس چھوٹے بچہ کے جسکے
ایمان مین شک کو خواب مین بھی جگہہ نہین ملتی۔ جو عقاید کہ دین کی بنیاد ہین اور
اور جنپر ہماری کل دینداری مبنی ہے اگر وہی ہمارے دل مین ڈانواڈول صورت
مین ہے تو پھر کب ممکن ہے کہ وہ ہماری زندگی کے فائدے مین اچھی پوری
پوری تاثیر پیدا کر سکین۔ اگر ہم بظاہر مانتے ہون کہ خدا نیک کُل ہے اور بیشک وہ

کا ہمیشہ رفیق اور مددگار ہے اور ساتھ ہی اُسکے کسی صداقت یا نیک امر کے
عمل مین لاتے وقت ہم بھائی بندون اور شہر والون کے مُنہہ کیطرف دیکھتے
ہون کہ آیا وہ ہمین بدنام تو نہ کرینگے - آیا ہمین سوسائٹی سے خارج تو نہ کردینگے
اور پھر ہچکچا ہچکچا کر آخرکار لوگون کی ہی رضاجوئی ڈھونڈتے رہین تو اس
سے صاف پایا جائیگا کہ ہمارا ایمان کچا اور کمزور ہے اور اسلیئے وہ ہماری
زندگی پر متاثر ہی نہین ہوتا ہے - اگر غور کیا جاوے تو ہم لوگون کی زندگی
عموماً ایسی ہی ایمان سے پُر ہے - ورنہ سچّا اور پکّا ایمان وہ چیز ہے کہ اوسکی
تاثیر سے محروم رہنا محال ہے - خداوند کریم نے بچہ کی نیچر مین اُس ایمان کا نظارہ
ہمارے سامنے پیش کردیا ہے جو ہمارے لیے مکمل نمونہ کے ہے اور جسکو حاصل
کرنے بغیر ہم خدا کی بادشاہت مین داخل ہی نہین ہوسکتے اور نہ جسکے لیے
ریاعادت کے حاصل کرنے بغیر ہماری نجات ہی ممکن ہے - دین حقانی مین
عبادت الہی غیر ممکن ہے جبتک کہ ہم بچہ نہ بنین - بچہ بنکر ہی ہم اُسکی درگاہ مین
جاسکتے ہین - جیسے بچہ بے روک ٹوک اور بلا لاگ لپٹ اپنی ماں کے پاس جاتا ہے
اُسیطرح خالص اور سچے ایمان کے ساتھ ہم خدا کی قربت حاصل کرسکتے ہین اور
بے ریاپن کے ساتھ جب اُسکے روبرو اپنا دل کھولتے ہین تو اُسکی محبت
اور پاکیزگی کی شیرین آبحیات سے مالا مال ہوتے ہین - بناوٹ سے خالی ہوکر
اور صداقت کے ساتھ جب اُس سے مدد کے خواستگار ہوتے ہین تو وہ
ہماری سچی دعا ہوتی ہے اور اسلیئے قبول ہوتی ہے - اگر ہم اپنی زندگی کو غور
کی نظر سے دیکھین تو معلوم ہوسکتا ہے کہ ایسا وقت ہماری زندگی مین کم ہی
آتا ہے جسمین ہمنے ٹھیک ٹھیک بچہ کی نیچر سے ملبوس ہوکر عبادت الہی کی
ہو اور اسلیئے سچی عبادت کا جو وہم مین بہت تھوڑا پایا جاتا ہے اور اوسکی تاثیر

بھی اُسطرح نہایت کم ہے ٭

جوانی کی فطرت جسکا اصول خودمختاری اور سرگرمی ہے وہ بھی جبتک حاصل نہو تبتک کوئی حقیقی برا ہو نہین بن سکتا ہے۔ اگر تم ہر ایک بات کو اپنے ہادیان سے شکر مثل چھوٹے بچہ کے بلا شک اور حجت قبول کرلتے رہو تو اُس سے گویا تم اُس نیچر سے ہی جان بوجھکر یا نیچری سے انحراف کرتے ہو جو خدا نے جوانی کی صورت مین عقل اور فہم کی ترقی کے ساتھ تمہارے لئے بطور نمونہ اور ہدایت کے دی ہے۔ دینوی علوم کی دنیا مین آج اتنا اختلاف نہین جتنا کہ مذہبی دنیا مین پایا جاتا ہے اور اُسکی وجہ صاف ہے کہ کہ اول مین عقل کو دخل دیا جاتا ہے اور مذہب مین اب تک عموماً لوگونکی رائے یہی ہے کہ اسمین عقل کو دخل نہ دیا جاوے۔ حالانکہ وہ پیغمبر یا گرو بھی اپنے لئے اس قاعدہ کو درست نہین رکھتا ہے وہ خود چاہتا ہے کہ اور لوگ اسکی بلا حجت پیروی کرین۔ مگر خود کو اور ون کی پیروی سے بری رکھتا ہے۔ حالانکہ خدا کی مخلوق مین انسان تو بہلا اشرف المخلوقات ہے۔ نباتات کے ایک ایک پتے سے بھی ہم حکمت کے بڑے بڑے نادر سبق سیکھ سکتے ہین۔ پس اگرچہ عموماً انسان ہادی اور گرو کی تعلیم کا محتاج پیدا کیا گیا ہے۔ اور سچے گرو اور ہادی کی برکت سے پاپ کے راستہ سے بچکر پاکیزگی اور اور خدا کے راستہ کا مسافر بنتا ہے۔ تاہم کسی ایک انسان یا کسی گذرے ہادی یا ہادیان کے کلام اور ہدایتون کو بغیر اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھنے اندہا دہند ایمان لانا اور اُنکو ہر ان فالی بل سمجھنا ہرگز درست نہین ہے عقل اور کانشنس روح کی آنکھین ہین۔ ہم جسمانی آنکھون کے لحاظ سے اپنی آنکھین ہوتے ہوئے ہمیشہ اُنہین سے دیکھتے ہین۔ حیف ہے کہ روحانی یا اخلاقی صداقتون کے دیکھتے وقت مثل اندہے کے دوسرے کے سہارے چلین اور اپنی آنکھون سے دیکھنا معیوب سمجھین!!

دوسری خصلت جوانی کی سرگرمی اور ہمت اور حوصلہ ہے۔ جبتک یہ صفت ہم

ہین نہین ہم حقیقی دین کے لایق نہین ہو سکتے۔ بغیر اس خصلت کے اختیار کرنیکے ہم دھرم کے راستہ مین قدم رنجہ ہو ہی نہین سکتے۔ اس راستہ کو ہمارے رشیون اور منیون نے چھرے کی دہار سے زیادہ ترتیز قرار دیا ہے۔ پس اسپر چلنا کیا کوئی آسان بات ہے؟ اس راستہ مین ہزارون خوفناک جن رہتے ہین اور ہمیشہ ہمکو گناہ کے مصیبت ناک گڑہون مین سر کے بل پہینک دینے کی گھات مین رہتے ہین ہزارون ترغیبات کی پریان حسن وجمال دکھلا کر ہمین فریفتہ کرنا چاہتی ہین اور اپنی جادو کی نگاہون سے ہمارے روحانی پرند کو اسی دنیا کے پنجرے مین بند رکھنا چاہتی ہین۔ انکے خوف اور دالوگھات سے بچنا کیا کسی ڈرپوک بچے کا کام ہے؟ بجز اسکے کہ ہم ان پر فتح یابی حاصل نہین کرسکتے ہین انسے جنگ کرنے کے لئے جوانی کا زور اور حوصلہ اور عالم شباب کا جوش اور ولولہ درکار ہے۔ علاوہ اسکے وہ مرد مرد نہین جو اپنا پیچھا چھڑا چلتا بنے بلکہ بہادر وہ ہے جو اوروں کے بچانے مین ہمت کو کام مین لاوے۔ ہمارا ملک جو آج دہرم سے خالی ہو کر صرف چند رسومات اور باہر کے اڈمبرون کا غلام ہو رہا ہے۔ ہمارے ہموطن جو اخلاق اور نیکی سے گر کر برائیون کے لحاظ سے حیوانون سے بھی بدتر ہو گئے ہین۔ ان ڈوبے ہوؤن کو ابھارنا اور کنارہ پر لانا کیا فقط خیالی باتون اور معمولی تدبیر سے ممکن ہے؟ ہرگز نہین۔ اسکے لئے نہایت سرگرم روحون کی ضرورت ہے۔ جبتک ہم آتش کے پرکالے بنکر جوانی کی سرگرمی اور حوصلہ کے ساتھ دہرم کے جنگ مین جد وجہد نہ کرینگے تبتک نہ ہم خود بچ سکتے ہین اور نہ اورون کو بچا سکتے ہین ؞

باقی رہی تیسری حالت وہ بھی اسی کل کا جزو ہے اور جسکے بغیر حقیقی دین مکمل نہین ہوتا ہے۔ ایکطرف جہان ہم جوانی کی سرگرمی مین مثل آگ کے ہلتے نظر

آئینگے دوسری طرف حوائج جسمانی کے لحاظ سے مثل بُڈھے کے زندگی بسر کرینگے۔ جیسے اسکی نگاہ مین لذات محسوسات سے پھیکی ہوجاتے ہین۔ اُسی طرح ہماری ہماری نظرون مین بھی وہ ویسی ہی پھیکی رہینگی۔ جبتک ہمارا جسم ہے اُسکی پرداخت ہمپر واجب ہے اور اسلیے ہم کھانا بھی کھائینگے پانی بھی پئینگے۔ اور اور بھی ضروری جسمانی ضرورتین پوری کرینگے۔ مگر مثل جوان کے نفس کے غلام نہین بن جائینگے بلکہ مثل ضعیف آدمی کے سیدھی سادی گذران مین ہی قناعت کرینگے۔ جو وقت پر ملگیا اُسپر اکتفا کرینگے۔ جس سے صحت بدنی باقی ہے اور قوا جسمانی مین خواہ مخواہ فتور نہ آوے اُسیقدر اُسکی نگہداشت لازم سمجھینگے۔ یہی نفس کُشی کا اصول بھی ہے اور حقیقی بیراگ کا عمل بھی اسیکا نام ہے۔

پس اگر اس تثلیث مین ہم وحدانیت قایم کرین کیونکہ انسان کی زندگی واحد اور تینون صورتون کے ساتھ کامل ہے تو بچپن سے جہان البشر بشواس اور پریم اور معصومیت کی ہدایت پاتے ہین۔ جوانی سے خودمختاری یعنی کانشنس کی آزادی اور عقل کی مطابعت اور گناہون پر فتحیابی کی غرض سے سرگرمی کا سبق حاصل کرلیتے ہین۔ بڈھاپے سے اُسیطرح بیراگ اور دنیوی لذات کے ناچیز ہونے کی نصیحت پاکر حقیقی دین کی اعلیٰ تصویر کا مشاہدہ کرتے ہین اور پھر ہر صورت کو اعتدال کے ساتھ عمل مین لانے سے کُلی روحانی ترقی کے راستہ مین قدم بڑھا سکتے ہین۔

اے دہرم کے متلاشیو۔ تم اس حقیقی تثلیث کو ڈھونڈو اور اُسکی وحدانیت مین ایک عالمگیر سچے دین کی حقیقت کو سمجھکر مطمئن ہو یہی ہماری آرزو ہے۔ خداوند کریم پوری کرے۔ آمین

سیکڑین فرقے اور عالمگیر دہرم

واضح ہو کہ براہمہ سماج کا مشن دنیا کے کل مروجہ مذاہب کے مشن سے نرالا ہے۔ کیا مذہب یہود کیا مذہب کنفیوشس کیا پارسی کیا بودہ۔ کیا عیسائی کیا اسلام اور کیا ہندوؤں کے بشنو شاکت۔ سکھ اور جین وغیرہ سینکڑوں پرانے فرقے اور کیا آریہ سماجی اور نو بدھانی وغیرہ نے کوئی بھی اون مین سے ایسا نہین جو براہمہ سماج کا کلی مشن رکھتا ہو۔ اور کیونکر رکھتا وہ تو کل سیکڑین اصولون پر مبنی ہین۔ پس کیونکر ممکن تھا کہ سیکڑین فرقے عالمگیر دہرم کے مشن کو اختیار کرلیتے وہ سکڑین نہین رہ سکتے تھے اور اگر وہ سکڑین نہ رہتے اور عالمگیر اصولون پر قایم ہوتے تو پھر براہمہ سماج کے جنم لینے کی کیا ضرورت ہوتی اور نیز اوسکے مشن سے ہی فائدہ کون اوٹھاتا؟

اس بیان کی کسیقدر ہم اور بھی تشریح کرتے ہین:- مذکورہ بالا کل مذاہب کا عقیدہ (وہ اصول کہ جنکے ماننے سے کوئی اوس مذہب کا پیرو سمجھا جاتا ہے) عالمگیر دھرم کے عالمگیر اصولون سے (جنکے قبول کرنے سے کل روحانی زندگی آجاتی ہے) مختلف ہے علاوہ اسکے کہ اکثرون مین ہمارے اصولی موجودہ رنگ و روپ مین کل کے کل موجود نہین جس کسی مین وہ کلی پائے بھی جاتے ہین تو اوس مین بھی مثل دیگر مذاہب کے بہت سے فضول مسایل کے ماننے کی قید یا ایسی لگی ہوئی ہین کہ جس سے مثل اوروں کے اوسکا بھی عالمگیر نہ جاتا رہا ہے۔ اور وہ بھی مثل اونہین کے سیکڑین بن گیا ہے یہہ فضول مسائل (بلا لحاظ اسکے کہ اون مین سے کسقدر اور کہان تک صحیح یا غلط ہین) بہت سے ہین۔ مثلاً بہتون مین کسی ایک یا ایک سے زیادہ الہامی کتاب کے ماننے کی قید

بہتون مین کسی ایک یا ایک سے زیادہ پیغمبر ماننے کی قید۔ بعضون مین اوتار کی قید بعض مین دنیا کے تمام پیغمبرون اور سادہوؤن مین اتحاد (ہارمنی) اور ساری کتب مقدسہ مین اتفاق اور نیز بادشاہ وقت کی اطاعت کرنے کی قیودسلہ لگی ہوئی ہین۔ بعض مین مخصوص جسمانی وضع وقطع اور لباس رکہنے کی قیود۔ کسی مین بعض مخصوص رسوم کی قید (بلالحاظ اسکے کہ وہ رسوم انصاف پر مبنی ہین یا نہین) اور علی ہذالقیاس یہہ کل باتین عالمگیر دہرم کے عالمگیر اصولون کے خلاف ہین اوپر براہمہ سماج کا جو مشن بیان کیا گیا ہے۔ وہ صاف طور سے اونکے مخالف ہے۔ کیونکہ اوسمین ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ ہر ایک شخص جو پرماتما کے اس چرچ مین داخل ہو اوسکا اصل مقصود یہی ہے کہ وہ پرماتما اور آتما کے جوگ کے ساتھ روحانی زندگی یعنی موہ اور گناہون سے مکتی اور دہرم جیون پاکر پرمانند حاصل کرے۔ اب صاف ظاہر ہے کہ یہہ مشن بھی عموماً سکیٹرین مذاہب کا مشن نہین اور نہ ہوسکتا ہے اگر اونکے پیرؤون سے پوچھو گے کہ بہائی تمہارے عقیدہ کے قبول کرلنے سے حاصل کیا تو وہ جواب دینگے کہ بہشت کا ملنا۔ اور دوزخ سے بچنا یا اچھے گہر مین دوبارہ جنم پانا۔ وہ یہہ نہین کہینگے کہ پرماتما کا ملنا۔ کہ جسکے ملنے سے موہ اور گناہون سے نجات اور دہرم جیون اور پرمانند حاصل ہوتا ہے۔ براہمہ سماج کے عقیدہ کے موافق پرماتما (خدا) ہی تمام خوبیون کا کامل منبع ہے۔ اسی کے ملنے سے کل روحانی خواہشین کل روحانی ضرورتین پوری ہوسکتی ہین۔ روح کا حقیقی بہشت بھی وہی ہے۔ اوسکو چہوڑکر کوئی اور خارجی بہشت نہین ہے۔ پس غور کرو ان دونون جوابون مین۔ ان دونون مقاصد مین کسقدر زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ کسقدر رات اور دن کا فرق ہے کسقدر رات

سلہ یہہ قیود نوبہ بانی مذہب کیطرف سے لگائی گئی ہین جنکو بانی اور بزرگ مہاتما کیشب چندرسین صاحب مین کہ جنہون نے اولاً اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ براہمہ سماج کی ترقی مین صرف کیا تہا اور آخری دنون مین چند ایسے اصولون کا [illegible] دیا ہے اور کے متعلق تو عالمگیرتا کی خوبی سے گرادینے کے باعث ایک نئے فرقے کے بانی کہلائے کہ جسکو نوبدہان کہتے ہین۔

اونکا جواب ٹہیک اوس طالب علم کے جواب سے موافق ہے
کہ جو کالج مین بی اے کی ڈگری کے لئے پڑہتا ہے - اور پوچہنے پر صاف کہدیتا ہے کہ کالج
مین میرے پڑہنے کا مقصد بی اے کی ڈگری حاصل کرنا ہے - اگر پہر سوال کرو کہ رجسٹرار سے
ملنا تو تمہاری تعلیم کی غرض نہین وہ کہیگا ہرگز نہین مجہے رجسٹرار سے کچہہ مطلب نہین
مجہے اوسکی صورت دیکہنے کی بہی ضرورت نہین - مجہکو تو یونیورسٹی کی مقررہ کتب کے
پڑہنے اور بعد امتحان اوسکے دستخطی سرٹیفکیٹ سے کام ہے - مذاہب کے پیرو انکا
جواب بہی اسی قسم کا ہے - اون سے پوچہو یہہ تمہاری عبادت کس لئے اور وید اور قرآن
اور انجیل اور ژندا وستہا اور نیز پیغمبرون اور دیگر بزرگون پر ایمان کس لئے وہ
کہینگے نجات اور بہشت ملنے کے لئے پہر سوال کرو کہ کیا تمہاری نجات اور بہشت
خدا مین ہے اور اوسکے ملنے پر موقوف ہے وہ کہینگے ہرگز نہین - خدا سے بہی بہلا کوئی
مل سکتا ہے بہلا اوسکا بہی کوئی درشن پاسکتا ہے - اوس سے کبہی کوئی اس زمانہ مین
ہمکلام ہو سکتا ہے یا اوسکی بہی صحبت مین کوئی رہ سکتا ہے - ہمکو تو اوسکے احکام سے کام
ہے - کہ جو ہماری ہی پیغمبر و رشی کے ذریعہ ظاہر ہوئے ہین جنکے ساتہہ اوسکی اتفاقیہ ملاقات
ہوگئی تہی - اونکو پڑہ لینا اور جان لینا اور جہانتک ہوسکے عمل کر لینے سے مطلب ہے - بعد
مرنیکے طالب علم کی ڈگری کی طرح (انصاف کے دن ہمکو بہشت مین جانیکے حکم) سرٹیفکیٹ
مل جائیگا - بہشت والے ہمکو خدا کا دستخطی سرٹیفکیٹ دیکہکر داخل کرلینگے اور وہان ہم خوب
آرام سے ہمیشہ کے لئے زندگی بسر کرینگے - ہمکو بہشت مین پہونچنے سے کام ہے اور خدا کے
سرٹیفکیٹ کی ضرورت ہے - خود خدا سے نہ ہم مل ہی سکتے مین اور نہ ہمکو اوسکی ضرورت ہے -
پس صاف ظاہر ہے - کہ ان لوگون کے نزدیک خدا سے انسان کا براہ راست کوئی واسطہ
نہین - انکے نزدیک خدا اونکا صرف حاکم ہے کہ جسکے ساتہہ ذاتی اور براہ راست کوئی تعلق
نہین - صرف اوسکے کچہہ احکام (وہ بہی سبکے نزدیک ایک نہین) جو کسی زمانہ مین نازل

زندگی میں دوزخیوں سے واسطہ ہے اور مرنے کے بعد خدا نے جو بہشت بنا رکھا ہے اوسمیں داخل ہونے کے اقرار اور مخصوص سفارش وغیرہ کی بنا پر سرٹیفکیٹ حاصل کرکے داخل ہو جاتا ہے یہہ کہا جا سکتا ہے کہ جوگ کسکا نام ہے اور پرماتما کے درشن پانے ہمکلام ہونے اور صحبت اوٹھانے سے کیا مراد ہے اور روح اور اوسکے قواے وغیرہ کی ترقی سے کیا غرض ہے -!!

اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ براہمو سماج کا مشن روحانی زندگی کے بارے میں بھی بالکل نرالا ہے - براہمو سماج کے مشن کے موافق خدا کا ملنا ہی روحانی زندگی کا اصل مقصود ہے - وہی کل خوبیوں کا کامل چشمہ ہے - وہی روح کے نہایت نزدیک ہے - یعنی اوس سے نزدیک تر خوشتر سہیلا اور حقیقی رشتہ اور سمبندھ نہیں وہی روحانی زندگی کی جان ہے - پس بغیر اوس کے ملنے کے روحانی ترقی ہی ممکن نہیں - اوسکے احکام کے ماننے اور عمل میں لانے کیلئے بھی اس لئے ضرورت ہے - کہ بغیر اوسکے اوس سے میل ناممکن ہے - جسطرح ہم راستی - انصاف - رحم اور محبت وغیرہ صفات کی پیروی کرتے ہیں - جسطرح خود ہی کو خدا [illegible] کرتے ہیں - اوسی درجہ اوسکے ساتھ زیادہ سے زیادہ میل حاصل کرنیکے قابل ہوتے ہیں - اوسکا میل ہی روح کو موہ اور پاپ سے نجات دیتا ہے اور اوس میں دھرم بھاؤ پیدا کرتا ہے اور قواے روحانی کو ترقی دیتا ہے - یہہ ترقی ہمیں اوسکی طرف زیادہ سے زیادہ مانوس کرتی ہے اور اوس الفت اور پریم سے اوسکی نزدیکی نصیب ہوتی ہے - پس یہہ میل ہی آتما کے لئے آرام گاہ اور بہشت ہے - براہمو کا بہشت کوئی خارجی نہیں اوسکا بہشت خود خدا ہے - پس خدا سے بڑھکر بہتر پیارا اوسکے لئے اور کوئی نہیں ہوسکتا - اور اس لئے خدا کو جاننا اور اوسے حاصل کرنا ہے اوسکا دھرم اور یہی اوسکا سب سے اعلی مقصود ہے - یہہ خدا کا میل خیالی نہیں

بلکہ حقیقی ہے۔ جسمین سیل کی کل شرائط موجود ہوتی ہین ۔ یعنی روحانی آنکھ سے اوس کے
درشن ۔ روحانی کان سے اوسکے کلام کا سنا جانا ۔ روحانی ناک سے اوسکی پاکیزگی کی
خوشبو حاصل کرنا اور روحانی چھو سے اوسکی صحبت کا لطف یعنی پریم آنند بھوگ کرنا ۔ اور
اوسکی پریم وسکے ان حقیقی رشتون کی معرفت سے ہمیشہ کے لئے ہر خوف اور ہر قسم کی فکر
اور اندیشہ اور شکوک سے آزاد ہو جاتا جسطرح ہم اوپر کہین ذکر کر چکے ہین یعنی جب
وہی اوسکا حقیقی باپ ۔ وہی دوست ۔ وہی ہادی وہی نجات دہندہ اور وہی
آنند کا ظاہر ہو جاتا ہے ۔ چنانچہ یہ کوئی نئی ایجاد نہین ۔ دنیا مین سیکڑون ساؤن
(ہر ملک اور ہر قوم مین) ایسے گذر چکے ہین کہ جنہون نے خدا کو ہی اپنا سب کچھہ
زندگی کا صرف ایک منبع سمجھہ اوسی کی تلاش کی تھی اور اوسکو پاکر وہ ہر حیوانات
گیا تھا ۔ مہاتما گوتم ۔ نارد ۔ بدھ ۔ جنک ۔ نانک ۔ چیتن ۔ کبیر ۔ بکرم ۔ تکارام ۔
عیسے ۔ پال ۔ تھیوڈور پارکر رام موہن رائے وغیرہ وغیرہ سیکڑون مہاتما کہ وہ
منزل کے مسافر تھے کہ جو اپنے زمانہ مین روحانی زندگی کے حصول سے
ساتھہ دہرم کی بادشاہت کو ایک ایک قدم آگے بڑھاتے رہے ہین ۔
پس یہہ بزرگ جسکو پاکر بزرگ ہوئے ۔ براھمو سماج کے بانیان بھی اوسی مت
اور سار حقیقی شے کے حصول کو اوسی روحانی نعمت کو عام کرنا چاہتی ہے تاکہ
جو لوگ صرف ان بزرگون کے زبانی مقلد بن رہے ہین اور عملی زندگی مین انکو
ہی کا بالکل انکار کرتے ہین اور خدا کو جو روح کی زندگی اور جان ہے
آلودہ زندگی کے ذریعہ اپنی بیماری ۔ روحون کا خون کرتے ہین وہ آ
زندگی کے مقصد اور حصول کی طرف رجوع ہون کہ جسکی وجہ بزرگ اپنی زندگی
مین مشغول رہے گئے ہین ۔ اور نیز جو لوگ صرف دہرم کے ایک ایک جزو (انگ) کو
بھگتی یا جوگی یا بیراگی یا گیانی وغیرہ کے نام سے علیحدہ علیحدہ فرقون مین تقسیم

ہوکر ایک دوسرے کو برا سمجھتے ہیں اور آپس میں لڑتے اور جھگڑتے اور نفرت رکھتے ہیں وہ مبارک ہیں جو دھرم میں دھرم کی پوری صورت دیکھکر اور اپنے اپنے جزوی دھرم کو کل کے اندر موجود پاکر اور کل کے حصول کے لئے ہر ایک کی خوبی کو ضروری پاکر انحراف چھوڑکر ایک ہو جائیں اور اوس اتفاق اور اتحاد کی صورت حاصل کریں کہ جو دھرم کے مکمل اور صلح کل کے ہونے سے ضرور حاصل ہونی چاہئے۔

مبارک ہیں وہ جو اس عالمگیر دھرم کو سمجھتے ہیں اور عالمگیر دھرم اور ایمان کے پھیلنے اور عالمگیر سچ کی ترقی پانے کی غرض سے سکٹیرین پن کو [illegible] ترک کر دیتے ہیں اور نیز دنیا میں اس ناپاک روحانی گناہ اور بیماری کے [illegible] کی غرض سے خدا کی مدد لیکر جد و جہد کرتے ہیں اور اپنی فکر، کلام اور افعال میں اس سچی حقیقی اتحاد کی بنیاد قائم کرتے ہیں۔

اشتہار

رسالہ دہرم جیون (جو ماہوار نکلتا ہے) ... ... قیمت چھہ آنہ سالانہ

مہرشی دیویندر ناتھ ٹھاکر کے براہمہ دہرم کے بنگالی بیاکھیانونکا ہندی مین ترجمہ کل کتاب کے لئے جو قریباً تین سو صفحہ کی ہوگی ... ... عسہ

براہمہ دہرم سنگھتا ہندی بہاشا مین جسمین پرم دہرم کے سار تتونکا بیان ہے اور موقع موقع پر کثرت سے شاستروں کے حوالہ بہی دئے گئے ہین - مکتی اور دہرم جیون کے خواستگاروں کے لئے ایک نایاب نسخہ (عنقریب چھپیگی)

مراۃ الدین

حصہ دوم

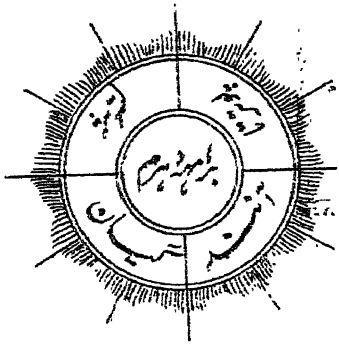

لاہور

پنجابی پریس لاہور میں چھپا

سنہ ۱۸۸۴ء

اشتہار

مرقومہ ذیل کتابین منیجر دہرم جیون کے پاس نقد قیمت بھیجنے سے حاصل ہوسکتی ہین۔

نام کتاب	قیمت فی جلد
بُنیاد الایمان براہمہ دہرم (اُردو)	۲/
مذہب اور عقل (اُردو)	۱/
لیلا وتی کا سوانح عُمری (اُردو)	۴/
اسرار دینیہ (اُردو)	۱/
میری زندگی کا مشن (اُردو)	—/
براہمہ سماج - اُسکے مقاصد اور عقائد اُسکا پیام اور اُسکی تعلیم (اُردو)	—/
آدرش براہمہ اور براہمو کی زندگی کا معراج (اُردو مین)	—/
مراۃ الدین حصّہ اوّل (اُردو)	۳/
آدرش براہمو (ہندی زبان اور دیوناگری حروف مین)	—/
اُپاسنا پدھتی (پرماتما کی عبادت کا طریق ہندی مین)	۱/
سنگیت پُشپاولی (براہمنون کی کتاب ہندی زبان اور دیوناگری حروف مین)	۱/

نوٹ - محصُول ڈاک اِس قیمت کے علاوہ دینا پڑیگا۔

فہرست مضامین

نام	صفحہ
دیباچہ	۲
بھگتی کیا چیز ہے	۳
گیان اور بھگتی	۱۶
گناہ اور اُس سے مکتی	۲۳
روحانی پوجا	۳۷
ابدی زندگی اور اُس کے ساتھ روحانی ترقی کا لاانتہا سلسلہ	۴۵

دیباچہ

ہم دلی مسرت سے اپنے احباب کی تحریک سے اُن تمام مضامین کو مرتب کرکے کتاب کی صورت مین شائع کرتے ہین کہ جو ہم نے رسالہ سیرادرہند مین وقتاً فوقتاً لکھکر مشتہر کیے تھے اور اس نئی کتاب کا نام **مراۃ الدین** رکہتے ہین چونکہ یہ مضامین اپنے نفس مدعا کے لحاظ سے کئی حصون مین منقسم کیے گئے ہین اسلیے اُنہین کے اعتبار سے اس کتاب کو بہی ہم نے کئی حصون مین تقسیم کردیا ہے چنانچہ یہ مراۃ الدین کا **دوسرا** حصہ ہے کہ جو مشتہر ہوتا ہے۔ پہلے حصہ مین کل ایسے مضامین رکھے گئے ہین کہ جنسے مذہب کی اصلیت۔ ایمان اور علم کا تعلق اور سیکٹیرین اور عالمگیر دین کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ دوسرے حصہ مین وہ مضامین درج ہین کہ جو روح انسانی کے مختلف تعلقات کو خدا کے ساتھ ظاہر کرتے ہین۔ اُس کی بھگتی کیا ہے؟ گیان اور بھگتی مین کیا نسبت ہے؟ گناہ کیا ہے اور گنہگار کیونکر اُس سے مکتی پاتا ہے؟ خدا کی روحانی پوجا کیونکر ہوتی ہے اور اُسکے ساتھ ہماری روح کا ابدی تعلق کس طور کا ہے؟ انہین امور کا اس حصہ مین بیان کیا گیا ہے

ان مضامین کو دوبارہ چہاپتے وقت حسب ضرورت کہین کہین مناسب ترمیم اور ضروری اصلاح بہی کی گئی ہے اور حتی المقدور اُن امور کا خیال رکہا گیا ہے کہ جس سے یہ کتاب ہر فرقہ اور جماعت اور جنس کے پڑہنے کے لائق ہو۔ پرماتما اسپر اپنی برکت نازل کرین اور اسے اپنی پیاری اولاد کے لیئے قبول کرین۔

خدا کیطرف سے

نوع انسان کا خدمت گزار

لاہور۔ ۱۰ ستمبر ۱۸۸۱ء

س - ن - د

بہگتی کیا چیز ہے؟

کیا اِس مُلک کے اہل ہنود مین سے ایسا بہی کوئی انسان ہوگا جس نے کبہی اس لفظ بہگتی کو جو بہ حیثیت عُنوان مضمون ہٰذا اُوپر درج کیا گیا ہے نہ سُنا ہو یا جو مشہور مہاتما لوگ پہلے زمانون مین وقتاً فوقتاً گزرتے رہے ہین اُن مین سے کسی کے نام اور کام سے محبت الٰہی کا ذکر اُس کے کانون تک نہ پہنچا ہو؟ نہ صرف سُنا بلکہ ہمارا تو یہہ بہی یقین ہے کہ بعضون نے اِسکو اچہی طرح سوچا اور خیال کیا ہوگا۔ اِلّا اِس موقع پر اِس قدر ہم ضرور کہین گے کہ انقلاب زمانہ سے جبکہ آفتاب علم کا اِس مُلک سے غروب ہوا اور تاریکی جہالت نے اپنا رنگ جمایا تو اِس لفظ بہگتی کے بہی اصلی مدعا سمجہنے والے اور حقیقی معنون کو پہنچنے والے صرف برائے نام لوگ باقی رہگئے۔ بہگتی جس صورت مین آج ہمارے مُلک مین دیکہنے مین آتی ہے اور زمانہ حال کے بہگت لوگ جس شکل اور شباہت کے ساتہ عموماً اُسکو ظاہر کرتے ہین۔ مہاتما لوگ اُسے نہایت حیرت اور تعجب کی آنکہون سے دیکہتے ہین اور یہہ دیکہنا اُنکا کسی بلاوجہ کا [illegible] نہین ہے بلکہ دلیل اُسکی ایسی عیان ہے کہ جسکو ہر ایک شخص جو درستی اور نادرستی مین فرق دیکہنے کے لیے کافی عقل رکہتا ہے بخوبی تمیز کرسکتا ہے۔ اب ہم مناسب سمجہتے ہین کہ اپنے ناظرین کے ملاحظہ کے لیے بہگتی کی اصلیت کچہہ ظاہر کرین۔ ذرات کے سروپ (صورت) پہچان (علامات) اور گنون (خصائل) کا اِس موقع پر کچہہ بیان کرین۔ یعنی سچہ شری دارو جی مہاراج نے جو اِس کا اپنے ست گرو مین بیان کیا ہے اُن کو ہم ذیل مین درج کرکے اپنی ناقص سمجہہ کے موافق تشریح کے ساتہ ذکر کرتے ہین۔ تعصب نفسانی سے کسی امر مین کچہہ کہنا ہمارا کام نہین اگر جن بہگتون۔ مہاتماؤن۔ رشیون اور منیون پر ہمارے ہمنام

بھائیون کا عقیدہ ہے اُنکے سچے اور پاک خیالات کو اپنے بھائیون مین شائع کرنا ہم ضرور اپنا فرض سمجھتے ہین چنانچہ تیسرے انوباک مین پندرہوین سے لیکر بیسوین سوتر تک بھگتی کے لچھنون یعنے علامات کو اس طور پر بیان کیا ہے۔

तल्लक्षणानि वाच्यन्ते नानामतभेदात् १५ ।

معنی۔ کئی متون کے بہید سے اُسکے (بھگتی کے) لچھنون کو کہتے ہین۔ ۱۵

पूजादिष्वनुराग इति पाराशर्यः १६ ।

معنی۔ پوجا کے وقت انوراگ (محبت کا ہونا) یہ پاراشر آچارج کا مت ہے۔ ۱۶

कथादिष्विति गर्गः १७ ।

معنی۔ گرگا چارج (بھگوان کی) کتھا بارتا وغیرہ مین ہی خالص محبت کے اظہار کو بھگتی کہتے ہین۔ ۱۷

आत्मरत्यविरोधेनेति शाण्डिल्यः १८ ।

معنی۔ شانڈلیا چارج کے مت مین آتما یعنے روحِ انسانی جس خواہش نفسانی کیطرف توجّہ کرتی ہو اُس کے خلاف بھاو پیدا کرنیکو بھگتی کہتے ہین۔ ۱۸

नारदस्तु तदर्पिताखिलाचारता तद्विस्मरणे परमव्याकुलतेति १९ ।

معنی۔ لیکن شری نارد جی تو سب طرح ایک پرمیشور مین ہی سب آچارون کو ارپن کر دینے اور نیز بغیر یادِ الٰہی ایک لمحہ بھی چین اور قرار سے نہ رہنے یعنی بیاکل ہو رہے ہو جانیکو بھگتی کہتے ہین۔ ۱۸

अस्त्येवमेवं २० ।

معنی۔ اور واقع مین بھی یہی ٹھیک ہے۔

جاننا چاہیئے کہ یہ بھگتی جسکے صرف چھنونکو ہم نے ابھی اوپر ذکر کیا ہے حقیقت مین بالمعنی ایک پرمیشور ہی سے ہو سکتی ہے جیسا کہ شری نارد جی کے اقوال سے ثابت ہے کیونکہ ایک پرمیشور ہی کامل صورتین بھگتی اور پریم کا سدا ر ہے اسلیئے صرف اُسی سے ہمارے واقعی بھگتی کا ہونا ممکن ہے کیونکہ یہ تو ہم سب لوگونکا دلی اور طبعی عقیدہ ہے کہ ایک پرمیشور ہی ہم سبکا پیدا اور پرورش کرنیوالا ہے اُسی کی رحمت کے زیر سایہ ہم زیست کا لُطف اُٹھاتے ہین اور صرف اُسی سے ہماری عقل - قوت - اِدراک - گیان اور پریم یعنے محبت وغیرہ صفات انسانی کا جو درحقیقت ہماری روحانی ترقی کے اسباب ہین ظہور ہوا ہے - مرنا اور جینا بھی ہمارا ایک اُسی رب العالمین کے قبضہ مین ہے گیان اور کرم اندریان کُل اسباب جسمی جس سے ہم آراستہ اور پیراستہ ہین انکا وجود بھی ایک اُسی کی قُدرتِ کاملہ سے ہوا ہے کھانے پینے کی اشیا جنسے ہماری روزمرہ اس دُنیا کی زیست متعلق ہے ایک اُسی حافظ حقیقی کی بخشش ہین یہانتک کہ جو اشیا ہمارے دیکھنے - سُننے - سونگھنے اور لمس کرنے مین آتی ہین اور حواسِ خمسہ سے پہچانی جاتی ہین اور جو ہماری بہتری کا موجب بنی ہوی ہین یہ سب اُسی قادر مطلق کی قُدرت کاملہ کے عطیہ ہین - آہا ! کیا کیا عجیب اور غریب قدرت اُس کی اس دُنیا کے کارخانو نمین دیکھی جاتی ہے ! واہ کیا کیا بھلائی کے مخزوج قانون ہماری ترقی اور بہبود اور بہتری کا ذریعہ ہو رہے ہین جنکی طرف ہماری کامل نگاہ جانے سے ہم اپنے دُنیوی والدین کو بھول اُسی کو محبِ حقیقی دیکھ - والد یا والدہ حقیقی سے ملقب کرنیکے لایق ہوتے ہین ! سُبحان اللہ ! کس محبتِ پدرانہ کے ساتھ اُسنے ماں کے پیٹ سے برآمد ہونے کے پیشتر ہی پستانِ مادری مین ہماری پرورش کی غرض سے دُودھ پیدا کیا اور بعدہٗ ہمارے والدین کے دلونمین کس زور کی محبت ڈالکر ہماری طرف محبت اور اُنس ظاہر کرنے کو مائل کیا کہ جس سے اُنہون نے ہماری تکلیف کو اپنی تکلیف پر ہمیشہ فوق دیا اور

ہماری پرورش مین صدق دل سے معروف ہو جانا اپنا فرض سمجھا !! چنانچہ جو محبت خالص اور
پاک والدین کو اپنی اولاد سے ابتدا مین ہوتی ہے وہ عام پر اظہر من الشمس ہے شیر مادری کے
بعد جب غذا، نباتاتی کے چبانے اور کھانے اور ہضم کرنے کے قابل ہوئے تو اپنی عین محبت
کے ساتھ وہ سامان بھی اُسنے ہمکو دیئے جس سے کامل طور پر ہماری جسمانی پرورش ہوتی ہے
اور ان سب کے علاوہ ہماری روحانی ترقی کو خاص مد نظر رکھکر اُس کی ترقی کے سامان بھی
مثل بُدھی ببیک بشواس اور پریم وغیرہ خصائل روحانی ایسے بخشے ہین کہ جنکی اور انکی
ماہیت جاننے پر ہم اپنی روحانی ترقی کے باعث ہوتے ہین۔

اب کیا ہم ان سب باتون کے روز مرّہ دیکھتے اور نیز پرمیشور کے ان کوشل نیمون یعنی قوانین
رحمت کے اُصولونکو ہر ملک اور ہر جگہ مین بلا کسی خصوصیت مشاہدہ کرکے پر اُس والد حقیقی کے
منگل مئی اور پریم سروپ ہونیکا تجربہ نہین پاتے ہین؟ اگر یہ کہا جاوے کہ آج ہمارے
واقعی یہ حالت نہین اور ہم اگیان کے دلدل مین پڑے رہکر بشکل اُس مانی کے جو کسی گیدڑ
کی عقل پر معتقد ہو کر اُسی گیدڑ کو اپنا اصلی ہمدرد سمجھتا تھا اور جسکی حکایت ہتوپدیش مین
درج ہے) اُس پرمیشور خیر خواہ حقیقی کو چھوڑ اُس کا کسی ہمارا ہی جیسے ہستی سے اس عقیدہ کے
ساتھ کہ اُسی سے ہمارے کل فعلون کی اصلاح ہوگی اُسی سے ہمارے کل دکھ درد اور دنیاوی ادبار
حاصل ہونگی ویسی ہی ہماری روحانی ترقی کا اصلی مخرج ہوگا سمجھ ہمارے مدعا مین کامیاب
کرکے انند اور شانتی دیگا معتقد ہو کر اپنی محبت کو اسی پر قربان کرین تو غور کرنا چاہیے
کہ ہم کیسی بھاری غلطی مین مبتلا ہین اور ہماری کیسی بڑی جہالت ہے۔

یہ بھی ہم لوگون پر اچھی طرح ظاہر ہے کہ پرمیشور کے علاوہ جو شے ہے وہ نیستی نہین بلکہ
اُس خالق بے نیاز کی پیدا کی ہوئی کوئی شے ہوگی چنانچہ اسی بنا پر چاہے ہم کرین نہ کرین
اُنھین کو ایک سیوا و پریم کیا ہوا اور دوسرے مذہب والون نے بھی دوسرے لفظون مین

واحدہ لاشریک گردانا ہے پس جب علاوہ اُس قادر مطلق کے جو شے ہے وہ اُس کی قدرت کا نمونہ ہے تو ظاہر ہے کہ اُس نمونہ یا شے کو اُسنے اپنے نیک ارادہ سے جس صفت کے ساتھ پیدا کیا ہے اُسی صفت کے اظہار کو وہ شے طاقت رکھتی ہے اور کیلئے نہیں پس صاف ثابت ہے کہ مالک حقیقی کے علاوہ جب اُس کی کسی دوسری مخلوق سے ہم سچی یعنی محبت کرینگے تو ہم ضرور اُس سے اُس خوبی کو حاصل کر سکینگے جو خالق نے اُس میں پیدا کی ہے چنانچہ اگر ہم کسی خوشبودار پھول کی محبت میں فدا ہوویں تو ہم اُس سے کیا فائدہ اُٹھا سکیں گے؟ ضرور اُس عضو کے وسیلے سے جس کو خوشبو کے معلوم کرنیکی طاقت دیگئی ہے ہم خوشبو حاصل کرینگے اِسی طرح اگر ہم کسی شے نباتاتی مثل غلہ وغیرہ سے اُنس پیدا کریں تو ہم بجز بھوک سے سیری حاصل کرنیکے اور کیا فائدہ اُٹھا سکتے ہیں؟ پس تحقیق ہوا کہ پرمیشور نے جس میں جو گُن دیا ہے وہ صرف اُسی کے اظہار کی طاقت رکھتا ہے اور نہیں جیسے آفتاب اِس دُنیا میں روشنی اور حرارت دینے کے لیے ضرور قائم ہے مگر کسی کو بیٹا پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ ہوا جسکی مدد سے ہم دم کشی کر سکتے ہیں اور جس سے ہماری زیست متعلق ہے وہ بھی غذا کا کام نہیں دے سکتی یعنی اُس سے ہماری بھوک کی سیری ہرگز نہیں ہو سکتی غرضکہ اُس عزوجل نے حسب مصلحت جس جس شے کو جس مزاج یا صفت کے ساتھ پیدا کیا ہے وہ اُسی مزاج یا صفت کے اظہار کو وہ شے قدرت رکھتی ہے برخلاف اُسکے حکم کے عمل کرنے کو ہرگز ہرگز توانا نہیں ہے۔ اب غور کا مقام ہے کہ اگر ہم بخار وغیرہ کسی مرض جسمانی کے رفع کرنے کی غرض سے طبیب اور طبابت کی کُتب کو طاق میں رکھکر آفتاب کا ہرت یا اُسکی پوجا کر کے اُسکو منتر پڑھائیں تو ہماری کیسی غلطی ہے یا جب کبھی ہمارا تشنگی سے لب خشک اور دل بیچین ہو رہا ہو تو اُسکے رفع کرنے کے لیے ہم بجائے پانی پینے کے شری بھگوت گیتا کا پاٹھ سے ہی اپنی پیاس مٹانا چاہیں تو ہماری کیسی جہالت ہے پر کیا ان اُصولوں کے خیال کے ساتھ ہمکو حیرت اور افسوس کا مقام نہیں ہے کہ ہم ہر شے کی حاجت

اور صلیت اور مزاج کے بغیر تحقیقات ہی اُس شے کے اُپاسک بنجاتے ہین اور اُسی مین اپنی
سچی محبت ظاہر کرکے اُس کو اپنی مُراد کا پُورا کرنے والا اور تکلیف کا آسان کرنے والا اور سچا
خیراندیش جان اُسکے بھگت اور داس بنجاتے ہین؟ اس سے زیادہ حیرت انگیز اور افسوس اور
صدمہ کا دینے والا اور کیا امر ہوگا کہ ہم شری بھگوت گیتا کے پاٹھ سے پیاس رفع ہوجانیکا
عقیدہ رکھین اور اپنی اُس ہٹش بھا بھگتی کو صیح اور واجب طور پر استعمال مین نہ لاکر اور نیز
مہا تماؤنکے مُجرب بچنون پر (جیسا کہ ابہی ہمنے شری نارد جی کے بچنونکو اوپر درج کیا ہے) توجہ
نہ کرکے اپنی حیات ابدی اور راحت حقیقی کے پہل کو موت اور رنج اور تکالیف سے بدلکر غارت
کرین۔ اے بہائیو! جس خصلت کا جس مین ظہور نہین اُس سے ہم کیسی ہی صدق محبت کا
اظہار یعنی پوترا پریتی کیون نہ کرین مگر ہرگز ہرگز اُس سے مُستفید نہین ہوسکتے ہین۔ حلوے کو
عام محبت سے ہی مُنہ سے لگا نہین زبان کو اُس کی شیرینی کا مزہ ملتا ہے اِلّا مرچ کو چاہے کیسی
ہی محبت کے ساتھ مُنہ مین ڈالو مگر شیرین پن کی لذت کا پیدا ہونا غیر ممکن ہے اِسلیئے ہم سب کا
اوّل فرض یہ ہے کہ بھگت کہلانے سے پیشتر ہم اوّل اِس بات کا فیصلہ کرلیوین کہ بھگتی کیا ہے اور
ہمکو اُس کے وسیلہ سے کس غرض اور مُدعا کے پُورا کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ ہر انسان مین پرمیشور
نے بدھی (عقل) اور ببیک (تمیز) کی طاقت صرف اِسلیئے بخشی ہے کہ وہ ہر شے کے حصول کیلیئے
اوّل سے ہی اُس کی تدابیر مناسب کا تصفیہ کرسکے بعدہٗ جس مُدعا مین کامیاب ہونیکی ضرورت
سمجھے اُس کی خوبی اور خاصیت پر فکر کرے بعدازان اپنی غرض کے پورا کرنے کے لیے اُسی کو ذریعہ
گردانے جس سے اُس کے مطلب کا حاصل ہونا ممکن اور واجب آتا ہو بعدہٗ اُس ذریعہ کو اپنا سنتر حقیقی
گردانکر تدابیر مناسب کو عمل مین لاکر اپنی کامیابی حاصل کرے۔ اے پیارے بھگتو! اگر بھگتی
سے بجز اسکے ہمارا اور مُدعا نہین ہے کہ ہمارے آتما مین روز بروز پریم اور انند کی ترقی ہو۔
ہماری آتما روز بروز راحت حقیقی کا لطف اُٹھاوے اور حرص وہوس دُنیاوی اور لذت

نفسانی مین ہی مُبتلا ہو کر گناہون کا شکار نہ بنجاوے - کام - کرودھ - لوبھ - موہ -
وغیرہ جو حیوانی جذبات ہمارے ساتھ ہین اور جو حد سے بڑھکر اپنی طرف لیجا کر گناہ کا باعث ہوتے
ہین اور ہمکو ناپاک اور پلید بنا جہنم کی تکالیف مین ڈالتے ہین اُنکو ہم دفع کر کے اُنکے تیز پنجہ سے
رہائی اور مُکتی حاصل کرین اور روحانی ترقی جو ہماری روح کی خواہش طبعی ہے وہ بخوبی حاصل
ہو اور اصلی موت جو گناہ ہے اور جسمین یہ اگیان سے مُبتلا ہو کر دردناک دُکھ اور تکلیف
کی سخت ہوتی جاتی ہے اُس سے آزادی نصیب ہو اور حیات جاودانی کا لُطف اُٹھاتی ہوئی
بذریعہ گیان اور دھرم کے خواہش طبعی یعنی روحانی ترقی کا باعث ہو کر شانتی حاصل
کرے تو اِس سب مذکورہ بالا مُدعا کے پورا ہونے کے لیئے ایک پرمیشور کی ہی بھگتی خاص اور
اصل تدبیر ہے کیونکہ ایک پرمیشور ہی آنند - امرت - کلیان - پوتر تا - پریم اور شانتی
وغیرہ کا مبدا اور حقیقی مخرج ہے اور اسلیئے اُسی ایک لاثانی پُرش سے محبت اور صدق بھگتی
کرنے اور نیز اُسکے پسندیدہ کاموں کے عمل سے روحانی برکت کے ساتھ ہم اُسکے پریم آنند
پریم پوتر تا اور شانتی کو حاصل کر سکتے ہین -

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ جو شے جس صفت سے موصوف ہے اُسی سے اُس کے حصول کی غرض
سے محبت کرنا ضرور ہے پس یہ خود ہی ثابت ہے کہ بھگتی کو مذکورہ بالا اوصاف کے ساتھ عالمین
لانے اور اُس سے کامیاب ہونے کے لیئے ایک پرمیشور ہی کی بھگتی ہمارا اصلی مقصود ہے کیونکہ
ایک وہی قادر حقیقی ہمارے سب نیک اور پاک ارادوں کے پورا کرنیکے لیئے قادر ہے جیسے کسی معصوم
بچہ کیلئے صرف پستان مادری ہی اُسکی بھوک کی سیری کا ذریعہ ہوتے ہین بجز اُنکے اپنی والدہ
یا اپنے خود کسی اعضائے جسمانی کو چوسنے سے اُسکا شکم ہرگز نہین بھر سکتا چنانچہ ظاہر ہے کہ اکثر
اوقات بچے بڑے شوق اور اُلفت کے ساتھ اپنی انگوٹھہ یا انگلی وغیرہ کو چوسنے لگجاتے ہین -
اِلّا بسبب اِسکے کہ کوئی اعضا سوائے پستان مادری کے دودھ کا مخرج نہین ہوتا بچے کے پیٹ مین

دودھ کا پہنچنا غیر ممکن ہوتا ہے پس سمجھنا چاہیئے کہ اس طرح بھگتی بھی جب تک اپنے مبدا اصلی سے تعلق نہین پکڑتی اور اپنا طبعی رشتہ حقیقی معبود سے نہین جوڑتی اُسوقت تک اُسکی کل کوشش ضائع اور رائیگان جاتی ہے اور مثال اُس کی بجنسہ اُس بچے کے ساتھ صادق آتی ہے جو پستان مادری چھوڑکسی اور عضائے جسمانی مثل انگوٹھہ وغیرہ کے چوسنے سے ہی اپنی بھوک کی سیری سمجھتا ہو۔ پس ہم لوگونکا فرض ہے کہ چند روزہ زندگی کے اس بیش بہا وقت کو صرف بچونکی طرح بیفائدہ اور بے سود استعمال سے ہی ضائع نہ کرین۔ بلکہ اپنے معبود حقیقی کو پہچانکر بھگتی اور پریم کے تخم کو سچے اور واقعی استعمال مین لاکر زیست انسانی کا سچا پھل حاصل کرین۔

بیان مذکورہ بالا سے ہمارے ناظرین کو بخوبی ثابت ہوگیا ہوگا کہ انسان کو صرف ایک پرمیشور کی بھگتی کرنی چاہیئے۔ چنانچہ اس موقع پر ہم مناسب سمجھتے ہین کہ کچھ بیان اُسکے سادھن یعنے عملین لانیکا رقم کرین۔ شری نارد جی مہاراج نے اپنے سوتروں مین اسکے سادھن کا اس طور پر بیان کیا ہے کہ۔

तस्याः ज्ञानमेवसाधनमित्येके २८ ।

معنی۔ اُس بھگتی کا سادھن گیان ہی ہے یہ ایک آچارج کی رائے ہے۔

अन्योन्याश्रयत्वमित्यन्ये २९ ।

معنی۔ گیان اور بھگتی دونون لازم اور ملزوم ہین یہ دوسرے آچارج کا عقیدہ ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بھگتی کو گیان سے ایک قسم کا ایسا تعلق ہے کہ جو لازم اور ملزوم مین ہوتا ہے چنانچہ جب ہمکو اوّل کسی شے کا کچھ گیان حاصل ہوتا ہے تو اُسکے گیان کے ساتھ ہی اُسکی طرف کچھ اُنس بھی پیدا ہوتا ہے اور جب اُنس پیدا ہوتا ہے تو پھر ضرور بالضرور اُس شے کی زیادہ حقیقت اور ماہیت دریافت کرنیکو طبیعت مائل ہوتی ہے اسطور پر اُس کی جسقدر حقیقت ظاہر ہوتی جاتی ہے اُسی درجہ اُس سے محبت بھی اور زیادہ ہوتی جاتی ہے غرضکہ یہی سلسلہ متواتر

چلا جاتا ہے - پس بھگتی کے بڑھانیکے لیئے گیان، اور گیان کے بڑھانیکے لیئے بھگتی کی نہایت ضرورت ہے اگرچہ اس موقع پر ان دونون کے ہمراہ جو ایک تیسرا لازمہ ویراگ کا ہے اُس کا کچھ بیان نہین کیا گیا مگر سمجھنا چاہیئے کہ وہ بالطبع اِن دونونکے ساتھ پیدا ہو جاتا ہے - یعنی حقیقت مین یہ تینون ہی آپس مین ایسے لازم اور ملزوم ہین کہ ہر ایک اپنی موجودگی مین آپ کو مکمل کرنیکی غرض سے آپ ہی دوسرے کو پیدا کر لیتا ہے -

باقی اور کئی قسم کے سادھنون کی نسبت شری ناروجی اس طور پر رقم فرماتے ہین -

तस्यास्साधनानिगायन्त्याचार्य्याः ९ ।

معنی - اُس کے (بھگتی کے) اچارج لوگ کئی اقسام کے سادھن بیان کرتے ہین -

तत्तु विषयत्यागात्सङ्गत्यागाच्च १० ।

معنی - اِلا وہ (بھگتی) تو ترک لذات محسوسات سے ہی حاصل ہوتی ہے -

अव्यावृतभजनात् ११ ।

معنی - اور متواتر سلسلۂ بھجن سے پیدا ہوتی ہے -

लोकेऽपि भगवद्गुणश्रवणकीर्तनात् १२ ।

معنی - اس لوک مین بھی بھگوان جی کے گنون کے سُننے اور کیرتن کرنے سے حاصل ہوتی ہے

دیگر

स्त्रीधननास्तिकवैरिचरित्रं न श्रवणीयं १३ ।

معنی - استری (عورت) دھن (دولت) اور ناستک (منکر) اور دشمن کے کلام ماننا وراندان مین فریفتہ نہو -

अभिमानदम्भादिकं त्याज्यं १४ ।

معنی - ابھی مان (غرور) اور دمبھ (مکاری یا ریاکاری) وغیرہ سے پرہیز رکھے -

नदर्पिताखिलाचारस्सन् काम
क्रोधाभिमानादिकं तस्मिन्नेव करणीयं १५।

معنی - اپنے سب اچاروں (طریقوں کو اُس میں (پرمیشور میں) ارپن (نذر) کرتے ہوئے کام (شہوت) کرودھ (غضب) ابھمان (غرور) وغیرہ بھگوان ہی میں کرے۔

"नित्यदास्यनित्यकान्ता भजनात्मकं
प्रेम ऐव कार्यं प्रेम एव कार्यमिति" १६।

معنی - ہمیشہ داس یا پیاری استری (عورت) کی مانند بھجن کرتے ہوئے پریم کرنا چاہیے صرف ایک پریم ہی کرنا چاہیے۔

دیگر

भक्तिशास्त्राणि मननीयानि तदुद्बोधक
कर्माणि करणीयानि १७।

معنی - بھگتی سجھنے والے شاستروں کا منن یا بچار اور نیز بھگتی پیدا کرنے والے فعلوں کا عمل کرنا چاہیئے۔

सुखदुःखेच्छालाभादित्यक्ते काले
प्रतीक्षमाणे क्षणार्द्धमपि व्यर्थं न नेयं १८।

معنی - سُکھ - دُکھ - اچھا (خواہش) لابھ (انتفاع) وغیرہ کے تفکر سے آزاد ہوکر زمانہ کی حالت انتظار میں ایک نصف لمحہ بھی ضائع نہ کرے۔

अहिंसासत्यशौचदयास्तिक्यतादि
चारित्र्याणि पालनीयानि १९।

معنی - اہنسا (وہ افعال جن سے کسی انسان یا حیوان کو رنج اور تکلیف نہ پہنچے) ست (رستی

شوچ (پاکیزگی) دیا (رحم) اور سنکتا وغیرہ افعال کا عامل ہونا چاہیئے۔

सर्वदासर्वभावेन निश्चिंतितैर्भग

वान एव भजनीयः २०।

معنی۔ ہمیشہ تفکرات سے آزاد ہوکر سب طور سے صرف ایک پرمیشور کا ہی بھجن کرنا چاہیئے۔ مذکورہ بالا سادھنوں اور نیز پرمیشور کا بھجن۔کیرتن اور اُنکی پرارتھنا (دعا) سے روح انسانی مین پریم پیدا ہوتا ہے جس پریم کا پھر شری نارد جی کے سوترونمین اس طور پر بیان کیا گیا ہے۔

अनिर्वचनीयंप्रेमस्वरूपं २१।

معنی۔ پریم کی کیفیت کے اظہار کو زبان طاقت نہین رکھتی ہے یعنی وہ بیان سے باہر ہے۔

मूकास्वादनवत् २२।

معنی۔ کیونکہ گونگے کو مزہ ملنے کی مانند ہے۔

गुणरहितंकामनारहितं प्रतिक्षणवर्द्ध

मानमविच्छिन्नंसूक्ष्मतरमनुभवरूपं २३।

معنی۔ وہ پریم گُنون (دُنیوی لذتوں) کامناؤن (دنیوی خواہشون) سے آزاد ہر لحظہ ترقی کرنیوالا خاص ایک قسم کی کیفیت سے پُر لطیف سے بھی لطیف اور صرف روح کے وسیلہ سے حس کرنے کے قابل ہے۔

तंप्राप्यतदेवावलोकयतितदेव

शृणोतितदेवचिन्तयति २४।

معنی۔ جسے (پریم کو) حاصل کرنے کے بعد پھر پریمی لوگ اُسی کو دیکھتے ہین۔ اُسی کو سُنتے ہین اور اُسی کا فکر کرتے ہین۔

بہر بہگتی کے بیان مین اُس کی اصلی علامات اور نتیجہ کا اس طور پر اظہار کیا گیا ہے۔

सा कस्मै परमप्रेम रूपा २५।

معنی۔ وہ ایشر کے ساتھ اصل پریم کی شکل ہے۔

अमृतस्वरूपा च २६।

معنی۔ اور امرت کی مانند ہے۔

यल्लब्ध्वा पुमान्सिद्धो भवत्य

मृतीभवति तृप्तो भवति २७।

معنی۔ جسکے حصول سے انسان لازمۂ انسانی کی کیفیت حاصل کرنے مین کامیاب ہوتا ہے حیات ابدی پاتا ہے اور سیر ہو جاتا ہے۔

यत्प्राप्य न किञ्चिद्वाञ्छति न शोचति

न द्वेष्टि न रमते नोत्साही भवति २८।

معنی۔ جسکے حاصل کرنے کے بعد نہ کچھ چاہتا ہے نہ کچھ فکر کرتا ہے نہ کسی سے حسد رکھتا ہے نہ (کسی کی تلاش مین) ادھر اُدھر پھرتا ہے اور نہ کوئی جتن کرتا ہے۔

بیان مذکورہ بالا سے ہمارے ناظرین بھگتی کی بزرگی او فضیلت اور اُس کی نوع انسانی کیلئے پاپ اور موہ سے مکتی پانے کی ضرورت کو بخوبی سمجھ گئے ہونگے اور اُس کا ثبوت خود اُس کا عمل ہے۔

प्रमाणान्तरस्यानपेक्षत्वात्स्वयम्प्रमाणत्वात् २९।

معنی۔ اِس مین زیادہ ضرورت ثبوت کی نہین کیونکہ یہ خود ثبوت مجسم ہے۔

शान्तिरूपात्परमानन्दरूपाच्च ३०।

معنی۔ (کیونکہ) اِس مین شانتی ملتی ہے اور پرمانند محسوس ہوتا ہے۔

پس اسے شانتی پد (درجۂ تسکین و صلاحیت) کے چاہنے والو پرمانند (راحت حقیقی) کی طبعی خواہش

رکہنے والو۔ پریم کے پیاسو اور روحانی ترقی کے خواہشگارو جلد اپنے گنہگارانہ رواج کو لذاتِ محسوسات کے پہندے سے چہوڑا کر بشکل موت جو گناہ ہے اُس سے آزادی اور نیز اپنی طبعی خواہش جو انند ہے اُسکے پورا کرنے پر راحت حقیقی کے حصول کے لئیے شری نارد جی (جو سب رشیون کے سرتاج سمجہے جاتے ہین) کے اقوال پر توجہ دو اور اُن کی ہدایت کے موافق اُس پورن برہم نرانکار ستچدانند پرمیشور کی پناہ مین آؤ اور صرف ایک اُسی کی بہگتی اپنے اوپر جائز کرو۔

स कीर्त्यमानश्शीघ्रमेवाविर्भवत्य
नुभावयति भक्तान् ३१।

معنی۔ وہ پریم سورتی (پریم کی شکل) بہگوان بہجن کرنے سے بہت جلد ہردے (دل) مین ظاہر ہو کر بہگتونکو راحت حقیقی محسوس کرتے ہین۔

چنانچہ موکہہ جیون اور پرانند کے حصول کے لئیے شری نارد جی نے اکثر اوقات یہی فرمایا ہے کہ

त्रिसत्यस्य भक्तिरेव गरीयसी भक्तिरेव गरीयसी ३२।

معنی۔ تینون زمانہ مین (ست پرمیشر) کی بہگتی ہی سب سے برتر ہے۔ بہگتی ہی سب سے افضل ہے یہ ایک صرف اُنہین کی رائے نہین بلکہ

इत्येवं वदन्ति जनजल्पनिर्भया एकमताः कुमारव्यास
शुकशाण्डिल्यगर्गविष्णुकौण्डिन्यशेषोद्धवारुणिबलिहनुमद्विभीष णादयो भक्त्याचार्याः ३३।

معنی۔ لوگون کے بکباس سے بیخوف ہو کر۔ کمار بیاس۔ شک۔ شانڈل۔ گرگ۔ بشنو۔ کونڈن۔ شیش ادہو۔ آرونی۔ بالی۔ ہنومان اور بہیکن وغیرہ مشہور بہگت لوگ بہی متفق الرائے ہو کر یہی فرماتے ہین

اب ہم اس بہگتی کے مضمون کو شری نارد جی کے اس مقولہ کے ساتہہ ختم کرتے ہین کہ

श्रद्धत्ते स भक्तिमान भवति स प्रेष्ठं लभते स प्रेष्ठं लभत ३४।

معنی۔ جو اعتقاد کے ساتہہ شردہا کرتا ہے اُسے بہگتی ملتی ہے اور وہ پیارے کو پاتا ہے۔ وہ پیارے کو پاتا ہے فقط

گیان اور بھگتی

مذہبی دُنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ لوگوں میں گیان اور بھگتی کے متعلق اکثر نا اتفاق پایا جاتا ہے گیانیوں کے نزدیک بہت سے بھگت ظاہر بھگت یا نِکلا بھگت سمجھے جاتے ہیں اور بھگتوں کے نزدیک اکثر گیانی خشک گیانی خیال کیئے جاتے ہیں۔ اِس مضمون میں ہم چاہتے ہیں کہ اِسکی کسی قدر توضیح کرکے اپنے ناظرین پر ظاہر کر دیں کہ مذکورہ بالا الفاظ کے استعمال کی اصل بُنیاد کیا ہے اور نیز اُنکا استعمال کہانتک حقیقتِ حال کے موافق یا غیر موافق ہے۔

جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کہتا کُچھ ہے اور کرتا کُچھ ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص دیگر انرا نصیحت اور خود را فضیحت کا مصداق بنتا ہے تو صاف ظاہر ہے کہ ہم اُسے اُن لوگوں کا منصب تو نہیں دیسکتے ہیں جو برعکس اُسکے دکھلانے کے دانت اَور کھانیکے دانت اَور نہیں رکھتے ہیں۔ پہلی قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ ہاں حسبِ حیثیت کسی غریب اور محتاج کے جو فی الواقع خیرات کا مُستحق ہے مدد کرنا انسان کا فرض ہے۔ مگر جب حسبِ اتفاق کبھی اُنکا ایک بھائی جو صریح دُکھ اور مصیبت کی مجسّم تصویر بن رہا ہے اُنکے پاس آکر سائل ہوتا ہے تو اُسوقت بجائے اِسکے کہ اُنکا دِل اُس کی حالتِ زار سے بیچین ہو کر مثل موم کے پگھل جاوے اور وہ اُس کی حسبِ حیثیت امداد کریں اُلٹا اپنی شرارت سے ایک قسم کا ذاتی حظ اُٹھانے کی غرض سے اِس قسم کا سلوک کرتے ہیں کہ جس سے اُس بیچارے کو بجائے تسکین پہنچنے کے اُلٹی تکلیف مین تکلیف پہنچتی ہے۔ پس اِس قسم کے لوگ اگرچہ جہانتک خیرات کے علم اور نصیحت کا تعلّق ہے پوری واقفیت رکھتے ہیں۔ مگر اُنکا یہ علم خود اُنکے عمل سے مطابقت نہیں کھاتا ہے اور اِسلیئے ایسے لوگونکے حق میں اگر خشک گیانی کا خطاب

عطا کیا جائے تو وہ حق بین اُن کی ذاتی صفت کے موافق ہے ۔ یہ صرف ایک مثال ہے بہتی مگر
اِس کے سوا اور بہت سی کم و بیش اسی کے متشابہ مثالین ہین کہ جنکے اطلاق سے بہی
لوگون پر وُہی خُشک گیانی کا خطاب واجب آتا ہے ۔ مثلاً ایک شخص بُت پرستی یا مخلوق
پرستی کو بُرا بتلاتا ہے ۔ مگر خود بھی سچی خدا پرستی کا عامل نہین ہے اور جس طریق کو زبان سے
بُرا کہتا ہے اُسی کو عمل کے ساتھ نیک ظاہر کرنے مین دریغ نہین کرتا ہے یا ایک شخص بچّون
کی شادی کی بُرائیون پر کود کود کر لیکچر دیتا ہے اور لمبے لمبے مضمون اخبارون مین مشتہر
کرتا ہے ۔ مگر جب اپنی مثال کا وقت آتا ہے تو وُہی تین برس کی عمر مین سگائی اور سات
یا آٹھ یا دس برس کی عمر مین اپنے لڑکے اور لڑکیون کی شادی کرکے فارغ ہو بیٹھتے ہے
یا ایک شخص بیوہ کی شادی کے جواز مین بہت کچھ دَم بھرتا ہے اور بڑی بڑی دلیلین
معقول اور منقول پیش کرتا ہے مگر ساتھ ہی اُس کے اپنے گھر مین دیکھتا ہے کہ ایک نوجوان
پندرہ برس کی لڑکی بیوہ ہو کر مصیبت کا پُتلا بنی بیٹھی ہے اور مثل اُس ڈوبنے والے کے
جو دریا کے بیچ دھار مین پڑا ہوا غوطہ کہا رہا ہے اور کُل اُمیدین زیست کی قطع کر چکا ہے
یہ بھی ہر وقت آہ و زاری کے درمیان نا اُمیدی کی خوفناک لہرون مین غوطہ زن ہے ۔ لیکن
اُس کا دل نہین پسیجتا ہے اور دنیوی خوف اور خود غرضی کے مارے کُل منطق اُسکی بھول
جاتی ہے یا ایک شخص بیدی پر بیٹھکر بڑے زور کے ساتھ دھرم حقانی کے اُصولون کا
اُپدیش دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تا وقتیکہ ہم اپنی زندگی مین اِن اُصولون کا اظہار نہ کرینگے
تبتک اُس دھرم کی ترقی نہین ہو سکتی ۔ مگر زندگی مین وُہی اُس کی بُت پرستی ۔ وُہی اُسکی
ذات پانت کا خیال ۔ رسُوم کے ادا کرنے مین وُہی اُس کا طریق جسکی وہ بیدی پر بیٹھکر
مخالفت کرتا ہے ۔ پس یہ کُل مثالین جن لوگون کے ساتھ صادق آتی ہین ۔ اُنکے لیے جو
لوگ خشک گیانی کا خطاب تجویز کرتے ہین وہ نہایت سچے ہین ۔ کیونکہ ایسے لوگون کا

گیان صرف زبان سے ظاہر کرنے کے لیئے ہوتا ہے۔ عمل سے اُس کا کچھ علاقہ نہین ہوتا۔
(ب) ایک اور دوسری کلاس ہے۔ اِس کلاس کے لوگ کسی امر کے صحیح یا غیر صحیح۔ درُست یا
یا نادرُست۔ جایز یا ناجایز ہونے سے علاقہ نہین رکھتے ہین۔ اِنکے خیال مین کسی مذہبی
امر کی نسبت تحقیق کرنا یا علم پیدا کرنے کے لیئے کوشش کرنا اور صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لیئے
سعی اور جانفشانی کرنا چندان سودمند نہین ہے بلکہ بیقدر لغو حرکت ہے۔ اِنکے اعتقاد
مین महाजनाः येन गतः स पंथाः (یعنی بڑے بڑے لوگ جس راستہ ہوکر
گیئے ہین وُہی رستہ ہے۔ پس بسبب اِسکے کہ نہ تو وہ تحقیقات کو درُست سمجھتے ہین اور نہ
اُن مین لاعلمی کے باعث حقیقت پر پہنچنے کا مادّہ ہی ہوتا ہے یہ تمیز کرنا کہ کون بزرگ آدمی
ہے اور کون نہین ہے اُنکی طاقت سے قطعی باہر ہو جاتا ہے اور بجائے اِسکے کہ وہ کسی
بزرگ کی اندرونی زندگی کے مشاہدہ کے قابل ہون۔ محض اُس کے بیرونی طریق اور
ظاہری علامات کی پیرو ہو جاتے ہین کوئی زین پہنے اِیشر بھگت یا سادھو کہلانے کے لیئے جُھک
جُھک کر دونون ہاتھون سے سلام کرتا ہے۔ کوئی بات بات مین ہاتھ جوڑ جوڑ کے اپنے
تئین دوسرون کا "داس" ظاہر کرتا ہے۔ کوئی خاکساری اور نیازمندی کا دم بھرتا
ہے۔ کوئی چار ابرو کا صفایا رکھتا ہے۔ کوئی تمام بال قایم رکھتا ہے۔ کوئی خاک لپیٹے
ہے اور کوئی ننگے پیر پھرتا ہے۔ کوئی کھڑاوون پر سوار ہے۔ کوئی پیشانی پر لمبا چوڑا
تلک لگاتا ہے۔ کوئی کنٹھی اور مالا اور تسبیح رکھکر سادھو اور زاہد بنتا ہے۔ کوئی بدن مین
بھبوت ملے پھرتا ہے۔ کوئی رنگ برنگی گودڑی بغل مین دبائے گھومتا ہے۔ غرضکہ دو چار

ل بہاولپور کے علاقہ مین اکثر مُسلمانون کا یہ دستور ہے کہ وہ باہر کے پہننے کے لیئے جو پوشاک
کھہ رہے ہین رکھتے ہین اُسکے ساتھ ایک ایک تسبیح بھی رکھتے ہین۔ چنانچہ جب وہ کسی سے ملنے کو جاتے ہین تو اسکو
نہایت نیک اور پاک بنانیکی غرض سے جب پوشاک پہنکر باہر جاتے ہین تو اُس کے ساتھ ہی کھونٹی سے اُتار کر تسبیح کو بھی ہاتھ میں
لے لیتے ہین "

نہین - دس بیس نہین - ہزارون اسی قسم کے سوانگو نکو لوگ اپنے تئین دیندار اور زاہد اور نیک اور سادہ اور بہگت ٹہرانے کا ذریعہ سمجھتے ہین -

لیکن یہ فہرست صرف یہین تک ختم نہین ہوتی - ہر ملت اور مذہب کے لوگون مین خواہ وہ لوگ کیسے ہی مہذب کیون نہون اُنکے اپنے اپنے طریق اور ڈہنگ کے موافق بہت سے ظاہری اسباب ایسے مروج ہوجاتے ہین کہ اُن کی پابندی یا عدم پابندی لوگون کو اُس سوسائیٹی مین نیک یا بد کا خطاب عطا کرتی ہے - بعض کی پابندی سے وہ بڑے بہاری دیندار اور زاہد اور اولیا سمجھے جاتے ہین اور بعض کے چہوڑنے سے برعکس خطاب سے مخاطب کیئے جاتے ہین -

اَب سوال یہ ہے کہ اِس ظاہر پرستی کی اصلیت کیا ہے ؟ اوّل یہ کہ اس قسم کے لوگون مین سے بہت سے ایسے ہوتے ہین کہ جو دل سے تو صادق ہوتے ہین مگر گیان کے نہونے سے یا یون کہو کہ حقیقت کے نہ سمجھنے سے محض ظاہری علامتون ہی کے ساتھ اپنی ساری زندگی بسر کردیتے ہین اور گو اپنے ہم خیال لوگون مین بڑے سادہ اور بڑے بہگت بہی پکارے جاتے ہین مگر درحقیقت اگر اُن کے کُل چال چلن اور زندگی کے برتاؤ کی تحقیقات کیجائے تو صاف معلوم ہوسکتا ہے کہ سچے خدا پرستون اور دینداروں کی زندگی سے اُنکی زندگی کہین پیچھے پڑی ہے - دوم بہت سے لوگ اِنمین ایسے بہی ہوتے ہین کہ جو باوجود اِن ظاہری علامات مین بہت کچہ سرگرم نظر آنے کے حقیقت مین صدق دل سے اُس کے پیرو نہین ہوتے ہین - اور بدنصیبی سے اکثر اوقات اِن لوگونکی تعداد ہر ایک ملت اور مذہب کے لوگونمین زیادہ ہوتی ہے - ہندوؤنکے کسی مندر مین جاکر کسی رتھ جگے کو دیکہو یا بیشنو لوگونکے کسی ایسے مجمع مین جاؤ جہان وہ اشنر کا بھجن اور کیرتن کرتے ہون - دیکہوگے کہ وہان اُن مین ایک عجیب جوش اور سرگرمی کا اظہار ہورہا ہے

کیسے کیسے چلا چلا کر وہ بھجن گاتے ہین۔ کسی زور شور کے ساتھ جھانجھ اور گھڑتال بجاتے ہین
کوئی اُچھلتا ہے۔ کوئی پہر کو ملاتا ہے۔ کسی کے آنسو جاری ہین۔ باوجودیکہ گلا تھک گیا ہے
اور تھک کر بیٹھ بھی گیا ہے مگر بھجن مین ہر ایک برابر ساتھ دیئے جاتا ہے غرضیکہ اسوقت
جس جوش اور ولولہ کے ساتھ اُنکی طرف سے خدا کی محبت کا اظہار کیا جاتا ہے اگر
اُسکو ہم مد نظر رکھکر اُنکی زیست کا قیاس کرین تو پہر فرشتون اور اولیاؤن اور مہاتماؤن
وغیرہ کی پاکیزگی اور عشق آلہی کی جو روایتین ہم سُنتے چلے آئے ہین وہ اُنکے مقابل ہین
کسی درجہ ادنیٰ اور ناچیز معلوم ہوتی ہین۔

بات یہ ہے کہ اکثر اِن لوگون کا یہ جوش اور ولولہ اصلی نہین ہوتا۔ یعنی اِس کا اخراج اُن
سچی روحانی قوتون سے نہین ہوتا جو محبت خالق اور محبت مخلوق کے لیئے انسان کی
سرشت مین پیدا کی گئی ہین۔ یہ ایک ایسا ولولہ ہوتا ہے کہ جو جسمانی عصاب کے جوش
مین آنے سے پیدا ہو جاتا ہے۔ یا یون کہو کہ یہ کُل ظاہری جوش اور ولولہ بجز طبیعت کے
سرسری اظہار کے اُن اندرونی قوتون کو متاثر نہین کرتا جو محبت آلہی یا بھگتی کے محرک ہین
اِس قسم کے بہت سے شخص اُس بیچاری عورت کے ہین جسکو قریباً روزمرہ اپنی برادری کی عورتون
کے ساتھ سیاپے مین شامل ہوتے ہوتے ایک قسم کی ایسی عادت پڑ جاتی ہے کہ باوجودیکہ
کسی ایسے گھر مین بھی سیاپے کو جاتی ہے جہانکہ اُس گھر کا کوئی نہایت ہی عزیز اور جان سے
پیارا اِس دُنیا سے کوچ کر گیا ہے۔ اور جسکے غم والم مین اُس کے گھر والون کا کلیجہ پھٹ رہا ہے
مگر وہان باوصف اِس کے کہ وہ بھی مثل اُس گھر کی عورتون کے آنسو بہاتی ہے اور اُنکے
ساتھ کھڑے ہو کر پیٹتی ہے۔ اِلّا اصلی دل اُس کا اُسی طرح رنج اور غم سے خالی ہے جس طرح
وہان پہنچنے سے پہلے تھا۔ گویا ایسے بھگتون کا عشق آلہی مین خوب مگن ہو جانا یا بھگتی کے
اظہار مین بہت آنسو بہانا اور زور کے ساتھ مجمع عام مین بھجن اور کیرتن کرنا ہمیشہ کچھ

اِس امر کی تصدیق نہیں ہے کہ فی الواقع اُن کا دل بھی بھگتی سے متاثر ہے گو بعض صورتوں نہ یہ صرف ممکن ہی ہے بلکہ اندرونی محبت الٰہی کے ساتھ دل بیقرار ہونے پر انسان سے بے اختیار وہ بیرونی علامات بھی وقوع میں آجاتی ہیں جنکا اُوپر ذکر ہُوا ہے۔ مگر یہ شاذ و نادر ہوتا ہے۔ سوائے اِس کے سچی بھگتی کی یہ بھی ایک بڑی پہچان ہے کہ جس کا دِل فی الواقع پیشتر کی بھگتی سے متاثر ہوتا ہے اُس کے روزمرہ کے افعال میں بھی راستی اور دیانتداری۔ ہمدردی اور انصاف پسندی روز افزون نمایاں ہوتی جاتی ہے۔ وہ خودغرضی کی غلامی میں نہیں رہتا ہے۔ اُس کے لیے راستی کو پیار کرنا۔ راستی کو ڈھونڈنا۔ راستی اور انصاف کے موافق عملدرآمد کرنا لازمی ہو جاتا ہے۔ لوگوں کی تعریف اور تحسین رسانی کا خیال نہیں رہتا ہے۔ جب ادنیٰ دنیوی بادشاہ کا مطیع ہو کر ایک سپاہی اپنے آقا کی فرمانبرداری میں جنگ کے وقت سیکڑوں کے سر بدن سے جدا کرنے میں دریغ نہیں کرتا ہے تو از بس غور کا مقام ہے کہ جو شخص اُس سچے بادشاہ کا مطیع ہو جس کے آگے دُنیا کے کُل بادشاہ دربان ہونے کے بھی قابل نہیں ہیں وہ بھلا کب اِس دھرم کے جنگ میں راستی سے مُنہ موڑ سکتا ہے اور کیونکر اپنے دِل سے مالکِ حقیقی کے اِس پاک حکم کو کہ "راستی موجب رضائے خداست" ایک لمحہ کے لیے بھی بُھلا سکتا ہے

پس ظاہر ہے کہ جہاں صرف باہر کی آنکھیں بند ہیں اور دل میں وُہی نقشہ جما ہوا ہے جس سے ظاہری نظر کو روکا گیا ہے یا جہاں دِل خدا کی محبت سے متاثر ہو کر مگن نہیں ہوتا بلکہ صرف سر گھما کر اور آواز بنا کر اُس کا اظہار کیا جاتا ہے یا جہاں دِل بھگتی کے جوش اور پریم کے ولولہ میں تر نہیں ہوتا اور صرف اعصابی جوش کے پیدا ہونے سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں وہاں بھگتی کہاں ہے جیسے وہ گیان جو عمل کی صورت نہیں اختیار کرتا ہے

اور فقط اَورون کو سُنانے کے لیے ہے خُشک گیان کہلاتا ہے ویسے ہی وہ بھگتی جس کا اخلاقی اور روحانی قوتون سے کُچھ تعلُّق نہین ہے اور جو دِل پر متاثر ہونے کے لیئے نہین ہے اور جس کا انسان کی رُوحانی نیچر مین مسکن نہین ہے ظاہری یا بگلا بھگتی کہلاتی ہے اُس سے انسان آنسو بہاکر صرف آنکھونکو تر کرسکتا ہے مگر دل کو تر نہین کرسکتا ہے اُسکی سختی اور کھٹورتا اُسی وقت نکل سکتی ہے جبکہ دِل سے اُس کا وجود وقوع مین آوے۔ اُسکی ذات سے دیانت داری۔ راستبازی۔ انصاف پسندی۔ محبت اور ہمدردی وغیرہ نفسانی صفاتِ حسنہ کے پھُول پھل اُسیوقت برآمد ہوسکتے ہین جبکہ اُسکے درخت کی جڑ سچے گیان کی کُدالی سے کھود کر قلب کی تہ مین قائم کی گئی ہو مگر افسوس! یہ دُنیا جس طرح سے ایک طرف خُشک گیانیون کے مجمع سے بھری پڑی ہے اُسی طرح دوسری طرف وہ ظاہری یا بگلا بھگتون کے ہجُوم سے بھی پُر ہے۔

مبارک ہین وہ لوگ جو گیان اور بھگتی کی ماہیت کو سمجھتے ہین اور اپنے تئین دونون کی اصلی صفت کے ساتھہ موصوف کرنے مین کوشش کرتے ہین فقط

گُناہ اور اُس سے مکتی

کوئی شخص خواہ کسی مذہب یا ملت کا ہو ایسا نہ پاؤگے جو گناہ کے نام سے گوش آشنا نہ ہو۔ سوسائی۔ عیسائی۔ مسلمان اور ہندو کسی نہ کسی صورت سے سب ہی اِسکے قائل ہین اِلّا پہر بہی اِس کی اصل ماہیت سے بہت تہوڑے ہی لوگ واقفیت رکہتے ہین۔ جہانتک عموماً لوگ گناہ کو ایک قسم کا مرض روحانی اور روح کی تکلیف اور عذابون کی بنیاد خیال کرتے ہین ہم بہی قائل ہین مگر گناہ کی اصلیت اور اُس مین مرتکب ہونے اور نیز اُس سے آزادی حاصل کرنے کے بارے مین جو لوگون کے مختلف خیالات دیکہے جاتے ہین اُنکے لحاظ سے ایک صحیح نتیجہ حاصل کرنے کے لئے ہم مناسب سمجہتے ہین کہ یہان اِسپر کچہ بحث کرین اور نیز دہرم شاستر کے اُن حوالون کو بہی پیش کرین جو ہماری بحث کے موید ہون۔

ہر ایک عام عقل اور متوسط سمجہ والا انسان غور کرنے سے معلوم کرسکتا ہے کہ انسان کو جو دیگر حیوانات سے مشرف کہا جاتا ہے وہ محض اِس دلیل سے کہ وہ ایک خاص صفت آزادی کی ایسی رکہتا ہے کہ جو اُنکو حاصل نہین ہے۔ گویا انسان اپنی اِس آزادی کے اعتبار سے ایک حد معیّن تک فعل مختار پیدا کیا گیا ہے اور اِسلئے وہ مانند اَور جانورن کے قوت ادراک یا عقلیہ مین محدود اور مجبور نہین ہے۔ پس جس درجہ تک یہ فعل مختار پیدا کیا گیا ہے اُس درجہ تک یہ اپنی تمیز اور ارادہ کے لحاظ سے اپنے نفع اور نقصان کا آپ باعث ہوتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ بندر ہر ایک موسم کے لحاظ سے خواہ گرمی ہو یا سردی بجز درخت اور اُس کی ڈالی اور پتون کے اپنی حفاظت کا اَور کوئی

سامان نہین رکھتا ہے کیونکہ وہ خود کو قوت مدرکہ سے مختار اور اپنے ارادہ پر قادر نہین پاتا۔
پس انسان جو آزادی جیسی نعمت سے مالا مال کیا گیا ہے۔ اُس کی وسعت کے لحاظ سے
نہ صرف تمیزدار اور اپنے ارادہ پر قادر یا فعل مختار پیدا کیا گیا ہے بلکہ آزادی کے لحاظ سے
اپنے افعال اور اُنکے مفید اور مضر نتیجون کا جواب دہ یا ذمہ وار سمجھا گیا ہے چنانچہ جو نتائج
اس سے وہ کام سرزد ہوتے ہین جو اُس کی صفت انسانیت کو زیادہ کرتے ہین اور
روحانی ترقی کے موجب ہوتے ہین وہ نیک اور جو برعکس صورتمین صفت انسانیت
کو ضائع کرتے ہین اور تنزل روحانی کے باعث ہوتے ہین وہ بد کہلاتے ہین کہ جنکو دوسرے
لفظون مین ثواب اور گناہ کہتے ہین۔ ہماری رائے مین اس بیان سے جو بالکل سیدھا
اور صاف ہے بخوبی ظاہر ہے کہ گناہ فی نفسہ کوئی مثبت چیز نہین ہے۔ بلکہ عدم پاکیزگی
کا نام گناہ ہے۔ اور کیا نیک یا بد کل افعال کا مخرج انسانی ارادہ ہے۔ پوچھو کسی
گنہگار سے کہ تیری ناپاکی کی کیا وجہ ہے اور اگر وہ صادق ہے تو فوراً یہ جواب دیگا
کہ وہ اپنی اس خرابی کا آپ موجب ہے اور اپنی اس بیوقوفی کا بجز اِسکے اور کچھ
جواب نہین دیسکتا کہ اُسنے خود اپنے آپ کو ناپاک بنانا پسند کیا۔ کچھ شک نہین کہ
بعض اس موقع پر یہ اعتراض کرینگے کہ اکثر حیوانی جذبات انسان کی طبیعت مین ایسے ہوتے
ہین کہ وہ موقع پاکر خود ہی اُس کو بدی کی طرف لے جاتے ہین اور انسان بحالت مجبوری
مرتکب گناہ کا ہوتا ہے مگر یہ اعتراض محض بے بنیاد ہے کیونکہ اس صورت مین پھر
انسان اپنے افعال کا آپ جوابدہ نہین رہتا بلکہ اُس سے بری ہو جاتا ہے حالانکہ وہ
اپنے ارادہ مین مجبور نہین۔ جس طور پر ہم اکثر ایسے سامان موجود پاتے ہین جو ہمارے حیوانی
جذبات کو اپنی طرف کشش کرکے خرابی کی طرف لے جانے کی تحریک کرتے ہین اُسیطور
پر ہم وہ سامان اور وسائل بھی موجود پاتے ہین جو ہمکو نیکی کیطرف لے جانے کے لئے

ترغیب دیتے ہین اگر بغض ۔ غرور اور خودغرضی بدی کیطرف راغب کرتے ہین تو مد مقابل ہین الفت ۔ محبت ۔ رحم اور ہمدردی وغیرہ اخلاقی وسائل ہمکو نیکی کی راہ پر لیجانے کو رہنما ہوتے ہین پس یہ ہماری مرضی پر موقوف ہے کہ جسطرف چاہین جھک جائین اور جسکو پسند کرین اُس کیطرف راغب ہوجائین ۔ مانند مدعی اور مدعاعلیہ کے دونون طرف سے ہر قسم کی ترغیبات اپنا اپنا ثبوتِ دعوی پیش کرتی ہین مگر اخیر حکم یا فیصلہ اُن کا محض انسان کی مرضی پر موقوف ہوتا ہے ۔ کسی قسم کے گناہ کا انسان اُسوقت تک ہرگز ہرگز مرتکب نہین ہوتا جب تک کہ وہ اُسکے کرنیکا ارادہ نہین کرتا اور یہ کہنا محض نادانی ہے کہ نفسانی خواہشین خود بخود بلا اُس کی مرضی کے جبراً اُسکو گناہ ہین مرتکب ہونیکو مجبور کرتی ہین ۔ ہان ! ہم اس امر کو بھی تسلیم کرتے ہین کہ عادت کے اعتبار سے نفسانی خواہشین بہت کچھ زور پکڑ جاتی ہین حتی کہ بعض اوقات بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود ہی انسان کو بدفعلی کرنیکو مجبور کرتی ہین ۔ مگر ہم پوچھتے ہین کہ کون ہے جسنے اُنکو اسقدر شہ زور بنایا ؟ اگر شہوتِ غضب اور لالچ وغیرہ بعض اوقات بے روک اور غالب ہوجاتے ہین تو کون ہے جو اُنکو اس غلبہ کا موقع دیتا ہے ؟ جواب اس کا بجز اسکے اور کچھ نہین کہ گنہگار ہی خود اپنی مغلوبیت کا آپ باعث ہے اُسنے خود جان بوجھ کر رفتہ رفتہ اُنکے شعلونکو ایسا بھڑکا دیا ہے کہ اب اُس آگ کے بجھانے مین خود کو مجبور پاتا ہے اور بجائے اسکے کہ وہ خود اپنی آزادی اور ارادہ کے لحاظ سے غالب اور فتحیاب ہوتا مغلوب اور مفتوح بنجاتا ہے گو اس مین شک نہین کہ اُسکی وہ مغلوبیت اُسی وقت تک ہے جبتک کہ وہ اپنے اُس ناپاک ارادہ مین وقتِ مناسب پر حافظِ حقیقی کے قانون کے موافق ایسی ٹکر نہین کھاتا کہ جو اُس کی رفتار کو بالکل پلٹ دیتی ہے اور جسوقت وہ صدقِ ارادت کے ساتھ بیڑیان کاٹنے کو خود مستعد

ہو جاتا ہے اور رحمتِ الٰہی کے ذریعہ سے پھر آزاد ہو جاتا ہے کیونکہ آزادی جیسی خداد
نعمت کو کوئی انسان کیسا ہی گنہگار کیون نہو ہمیشہ کے لیئے بیچ نہین کرسکتا۔ چونکہ آزادی
اُس کی سرشت مین ہے پس مجبور اِسکے کہ وہ چند روز کے لیئے دُنیا کا بندہ اور گُناہ کا
غُلام ہو جاوے ممکن نہین کہ اَبدُالآباد کے لیئے اُسکو ہاتھ سے کھوسکے اور غارت کردے
ایسے بہت سے لوگ ہندو بھائی جو آزادی کی اصل ماہیت اور گُناہ کے حقیقی مخرج کو
نہ جانکر یہ خیال کرتے ہین کہ ہر قسم کے افعال خواہ نیک ہون یا بد جو کچھ انسان کرتا ہے
وہ پرمیشر ہی کی جانب سے ہوتے ہین بڑی بھاری غلطی مین مُبتلا ہین۔ اِس خیال سے
صرف یہی نہین کہ وہ حقیقتِ حال کی جہالت سے پرمیشر کی صفت انصاف اور رحم
کا خون کرتے ہین بلکہ شرتی سمرتی جنکے احکام کے وہ مُعتقد دیکھے جاتے ہین اُس کے لحاظ
سے بھی وہ روشنی کو چھوڑ تاریکی مین ٹھوکر کھاتے ہین چنانچہ شرتی صاف کہتی ہے کہ

"धर्म्मावहंपापनुदं भगेशं" ३५ ।

معنی۔ ایشر دہرم کا مبدا اور گُناہ کا دافع اور قُدرت و جلال کا مالک ہے۔
پس پرمیشر جو دہرم اور منگل کا مبدا ہے اُسکو گُناہ کا کرانیوالا سمجھنا محض جہالت اور کفر
مین داخل ہے۔ عجب نہین بعض لوگ اِس موقع پر یہ اعتراض کرین کہ بھلا جب وہ ہمارا
کا منگل چاہنے والا ہے اور گُناہ محض ہمارے ارادہ سے ہوتا ہے تو اُسنے جان بوجھکر ہمکو
ایسا کیون پیدا کیا اور کیون نہین ہمکو نیکی کے کرنے مین مجبور بنایا ہے مگر اِسکے جواب سے
تشفی حاصل کرنا چندان مُشکل بات نہین ہے۔ جو لوگ آزادی کی حقیقت کو نہین جانتے
ہین وُہی ایسا اعتراض کرسکتے ہین۔ اِلّا پیشتر اِسکے کہ وہ یہ اعتراض پیش کرین اُنکو آزادی
کی اصلیت معلوم کرلینا نہایت ضروری ہے۔ آزادی ٹھیک بقدر قید یا مجبوری کے ہی
جہانتک جو جس امر کے لیئے مجبور ہے وہانتک ہی وہ آزادی کے مرتبہ سے دُور ہے

سورج اور چاند وغیرہ مادّی اشیا جس طور پر ایک معیّن قانونِ قدرت کی پابندی کیلئے مجبور دیکھے جاتے ہین اور ممکن نہین کہ جس قانون کے وہ پابند رکھے گئے ہین اُس سے سرمو انحراف کرسکین اُسی طور پر اگر انسان بھی اپنے تمام افعال اور ارادہ مین مجبور کیا جاتا تو اس غیر مادّی یعنی روحانی شے کو سورج اور چاند وغیرہ مادّی اشیا سے کیا فرق حاصل ہوتا؟ کچھ شک نہین کہ بحالت مجبوری یہ بھی ہمیشہ مانند اُنہین کے ہوتا۔ پس یہ شرف جو آج اِس کو نہ صرف مادّی اشیا سے بلکہ کُل حیوانات اور مخلوق سے حاصل ہے کیونکر حاصل ہوتا؟ مجبور محض بنانا انسان کو بالمعنی کنکر اور پتھر بنا دینا ہے۔ جب کنکر پتھر بن گیا پھر روحانیت اور انسانیت کہان؟ اور کیونکر اشرف المخلوقات کے لفظ کا وہ مصداق ٹھہر سکتا ہے؟ کُل شرف انسان کا روح کی آزادی پر ہی مبنی ہے اور درحقیقت اِسی سے اِسکی فضیلت ہے۔ پس آزادی کی حالت مین ممکن نہین کہ انسان اپنے ارادہ مین مجبور ہو سکے۔ گو اِس موقع پر یہ تسلیم کرنے سے اِنکار نہین ہو سکتا کہ یہ آزادی انسان کی لامحدود یا بدرجۂ اکمل نہین۔ کیونکہ انسان بالذات ہی نامکمل ہے۔ اکمل ہونا اِس کا کسی طور پر ممکن نہین کیونکہ جو اکمل ہے وہ قادرِ مطلق ہے اور وہ خالق ہے۔ پس انسان جو مخلوق ہے وہ قادرِ مطلق ہو نہین سکتا اور جب قادرِ مطلق نہوا تو پھر اکمل ہونا لازم نرہا پس محدود ہو گیا۔ اِلّا جس طور پر ایک باڑے کے اندر بند کرکے ایک جانور کو آزاد چھوڑ دینے سے اُس باڑے کے اندر اندر وہ حرکت کرنیکی پوری آزادی رکھتا ہے اِسی طور پر انسان بھی اپنی ذات مین جس درجہ تک آزاد پیدا کیا گیا ہے اُس درجہ تک اپنی آزادی کے لحاظ سے اپنے ارادہ پر قادر بھی رکھا گیا ہے اور اِسی وجہ سے اپنے نیک اور بد ارادہ کا ذمہ وار بھی سمجھا گیا ہے۔

ہم نے ابتک صرف اِسبات کے ثابت کرنے مین بحث کی ہے کہ گناہ کیا چیز ہے اور وہ کیونکر

اِنسان سے سرزد ہوتا ہے اَب ہم اسباب پر بحث کرنا چاہتے ہین کہ یہ گُناہ ہر ایک گنہگار
کی روح پر کیا تاثیر رکھتا ہے - ہمنے اُوپر ثابت کردیا ہے کہ انسان ایک محدُود دائرہ کے
اندر حسب ارادہ حرکت کرتا ہے چُنانچہ یہ حرکت اُس کی دو حالتون سے خالی نہین ہوتی
یا حسب منشار اپنے خالق اور مُقنن حقیقی کے یا خلاف مرضی الٰہی - پس جو اِنسان بُرا اچھا
سمجھے (کیونکہ عقل اور ضمیر دو بڑے مشیر اوّل سے ہی اِنسان کو نیک و بد یا مُفید اور مُضر
کی تمیز ظاہر کرنے کے لیئے عطا کیئے گئے ہین) آزادی کے اختیار اور گھمنڈ مین جسقدر ایسی
حرکات کرتا ہے جو خلاف مرضی الٰہی یعنے قانونِ قُدرت ہوتی ہین وہ ضرور انسان پر بُرا اثر
کرتی ہین اِن اثرون کا براہ راست تعلّق بعض اَوقات صِرف اِنسان کے جسم سے ہوتا ہے
بعض اوقات رُوح سے اور بعض اوقات دونون سے - اَب یہان اِسقدر سمجھہ لینا اَور
بھی واجب ہے کہ جسم اور رُوح پر اِس اثر مذکورہ بالا سے ہماری کیا مُراد ہے ؟ جسم مین
کسی ایسی حرکت سے جو خلاف قانونِ مادّی ہوتی ہے جو اثر پیدا ہوتا ہے اُس کا تعلّق
محض جسم کے مزاج یا اعتدال سے ہے - اور اِسی لیئے اعتدال مین فرق آجانے سے جسم
خراب ہوتا ہے اور اُس کی ترکیب اور حالت طبعی مین فتور پیدا ہوجاتا ہے - چنانچہ اِسی
بے اعتدالی کو اطبّا دوسرے لفظون مین مرض جسمانی سے موسوم کرلیتے ہین - مرض سے
جو تکلیف جسمانی خیال کیجاتی ہے وہ درحقیقت جسم کو نہین ہوتی بلکہ بالمعنی روح کو ہوتی
ہے کیونکہ جسم جڑ یعنے مادّہ محض بے ادراک ہے - چنانچہ روح نہ صِرف اپنے خود جسم کی
بے اعتدالی سے تکلیف اُٹھاتی ہے بلکہ اَورون کی تکلیف سے بھی سب کو رنج اور ملال
پیدا ہوتا ہے - پس ثابت ہوا کہ جسم ایک مادّہ بے ادراک ہونے سے کسی مرض یا بے اعتدالی
سے خود تکلیف نہین اُٹھاتا بلکہ اُس کی تکلیف بالمعنی روح کو ہی ہوتی ہے کیونکہ تمام
افعال خواہ نیک ہون یا بد روح سے سرزد ہوتے ہین اور اِسلیے روح ہی اُنکی جزا

اور سزا حاصل کرلیتی ہے - کرم اندریون اور گیان اندریون کے ذریعہ سے ہی جو فعل ہوتے ہین انکی بہی فاعل روح ہے اور وہ اندریان روح کے زیر حکومت ہونے سے محض اوزار کی مانند کام دیتے ہین - اگر کوئی ہاتھ سے کسیکو پتھر مارے تو یہ ہاتھ کا قصور نہین بلکہ روح کا قصور ہے کیونکہ ہاتھ نے بحالت ایک شئے مادّی اور بے ادراک محض ہوکر اوزار کا کام دیا سراًلا کام لینے والی اُس کی روح ہے - پس جسقدر افعال خلاف قانون جسمانی اور روحانی انسان سے سرزد ہوتے ہین وہ کل روح سے تعلّق رکھتے ہین اُن مین سے وہ جو جسم کی حالتِ اعتدال کے مُخل ہوتے ہین اُمراضِ جسمانی کی فہرست مین داخل ہین اور وہ جو بلا تعلّق جسم صرف روح کو مُضرّت پہنچاتے ہین وہ گُناہ کے لفظ سے موسوم ہوتے ہین - چنانچہ ہر ایک روح اپنے اپنے اُفعال نیک اور بد کے موافق ثواب اور گُناہ کی جزا اور سزا حاصل کرتی ہے - ذیل مین چند پران شاستر کے بہی درج ہوتے ہین -

याद्दशं वपते बीजं क्षेत्रमासाद्य कर्षकः

सुकृते दुष्कृते वापि ताद्दशं लभते फलम्, महा० अनु शा० ६।२००

یعنی - کاشتکار جیسا تخم بوتا ہے ویسا ہی کاٹتا ہے - اِسلئے نیک کام کا نیک اور بد کا بد نتیجہ نظر آتا ہے (مہابہارت)

शुभेन कर्मणा सौख्यं दुःखं पापेन कर्मणा कृतं फलति सर्वत्र नाकृतं भुज्यते क्वचित् २७ अनु शा। ६। ३०२।

یعنی - نیک کام کرنے سے سُکھ اور بد کام کرنے سے دُکھ حاصل ہوتا ہے - جیسا کیا جاتا ہے ویسا ہی اُس کا نتیجہ ملتا ہے جو کچھ کیا نہین جاتا اُس کا نتیجہ بھی کچھ نہین ہوتا ہے - (مہابہارت کے انوشاشن پرب کے چھٹے ادہیاے کا تین سو اشلوک)

कः केन हन्यते जन्तुर्जन्तु कः केन रक्ष्यते हन्ति रक्षति
चैवात्मा ह्यसत्साधु समाचरन् ॥ विष्णु पु॰ २।१०।२९।

معنی۔ کون کسکو غارت کرتا ہے۔ کون کسکی حفاظت کرتا ہے۔ روح خود ہی نیک یا بد افعال مین مُرتکب ہونے سے اپنے تئین حفاظت یا غارت کرتی ہے۔

(بشنو پوران -۱-۱۰-۲۹)

ہمارے بیان اور نیز اشلوکون سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ روح باعتبار اپنی آزادی خود نیک یا بد فعل کی مُرتکب ہوتی ہے اور اِسلیئے اُس کا ہرایک فعل خواہ اُس کے فکر سے وابستہ ہو یا کلام اور ظاہری عمل سے اپنے نیک و بد ہونے کے لحاظ سے ضرور روح کی حالت پر تاثیر کرتا ہے۔ نیک افعال اُس کی فطرت کے مُوافق ہونے سے اُس کی ترقی اور بھلائی اور آرام کے باعث ہوتے ہین اور بد افعال اُس کی فطرت کے مخالف ہو سے اول کے خلاف نتیجہ پیدا کرتے ہین۔ اَب ہم اپنے اخیر مطلب کیطرف رجوع کرتے ہین اور بتلاتے ہین کہ گُناہ کا کفارہ کیا ہے اور وہ کیونکر ہوتا ہے جس طور پر مرض جسمانی سے شفا حاصل کرنے کے لیئے خالق نے ہزارہا قسم کی ادویات پیدا کی ہین اور انسان کو حسب ضرورت اُسکے استعمال مین لانے کی اُسنے تمیز بخشی ہے۔ اِسی طور پر کفارے رُوحانی کے لیئے اُسنے ہرایک گُناہ کے لیئے ایک قسم کی تکلیف بھی پیدا کی ہے۔ ہان! ان دونون مین صرف اتنا فرق ضرور ہے کہ مرض جسمانی کے دفعیہ کے لیئے دوا کا استعمال کرنا یا نہ کرنا محض انسان کی مرضی پر مُنحصر ہے مگر روحانی کفارہ اِس طور پر انسان کی مرضی پر مُنحصر نہین ہے وہ ہرایک گُنہگار کو حسب قانون قدرت جلد یا بدیر خود بخود ہوتا ہے۔ دھارمک شخص کو جلد اور پاپی کو دیر مین ہوتا ہے۔ کچھ یہ بھی شرط نہین ہے کہ کُل کفارہ روحانی اِسی دُنیا مین ہو بلکہ حسب قانون قُدرت کبھی یہان اور کبھی پرلوک مین اور

کچھ کچھ دونو لوک مین ہوتا ہے۔

ہمارے شاستر کارون نے اگرچہ کفارہ اندرونی کو ہی اصلی کفارہ گردانا ہے مگر چونکہ اُنکے عہد مین دُنیاوی انتظام کے مُتعلق کُل قانونِ دیوانی کیا فوجداری کیا سیاست مُدنی کُتب دھرم شاستر سے ہی علاقہ رکھتے تھے اسلیئے دھرم شاسترون مین کفارہٗ بیرونی بھی بہت سے لکھے ہوئے ہین۔ مگر اندنون مین اُنمین سے اکثر کا مطلب تعزیرات ہند سے پورا ہو جاتا ہے اور جو چند باقی رہتے ہین وہ بلحاظ اِس کے کہ بیرونی کفارون سے اندرونی کفارہ کی نسبت کوئی قابلِ لحاظ فائدہ حاصل نہین ہوتا اور بغیر کفارہٗ اندرونی رُوح پاک نہین ہوتی قابلِ عملدرآمد نہین سمجھے جاسکتے چُنانچہ شاستر خود اِس اصُول کی تائید کرتے ہین۔ سری مدبھاگوت مین لکھا ہے کہ جب راجہ پریچھت نے شکدیوجی سے پوچھا کہ۔

अदृष्टश्रुताभ्यांयत्पापंजानन्नप्यात्मनो:हितं।करो
तिभूयोविवशःप्रायश्चित्तमथोकथं॥क्वचिन्निवर्त्तते
भद्रात्क्वचिच्चरतितत्पुनः।प्रायश्चित्तमथोःपार्थं
मन्येकुञ्जरशौचवत् ३१ श्रीमद्भागवत ॥

معنی۔ جو لوگ راجاؤن کی دی ہوئی سزاؤن کو دیکھ اور ترک وغیرہ کی تکلیفون کو سُن اور گناہون کو اپنے تئین مضر پاتے ہوئے بھی باربار گناہ کرتے ہین اُنکے لئے کفارہٗ بیرونی سے کیا فائدہ ہے۔ کفارہٗ بیرونی کرنے کے بعد بھی کبھی تو اِنسان گناہ سے باز رہتا ہے اور کبھی پھر کرنے لگتا ہے۔ پس اِس صورت مین کفارہٗ بیرونی یعنی پراشچت کو مثل ہاتھی کے غسل کے بیفائدہ یقین کرتا ہون کیونکہ ہاتھی غسل کرنے کے بعد پھر اپنے تئین خاک سے آلودہ کرلیتا ہے۔

اِسکے جواب مین شری شکدیوجی نے فرمایا کہ

कर्मणा कर्मनिर्हारो न ह्यात्यन्तिक इष्यते अविद्वदधि
कारित्वात् प्रायश्चित्तं विमर्शनम् प्रायश्चित्तानि चीर्णानि
नारायणपराङ्मुखम् न निष्पुनन्ति राजेन्द्र सुराकुम्भमिवापगाः

معنی - افعال بیرونی یعنی چاندرائن وغیرہ پرائشچتون سے بدافعال کے گناہ بالکل دور نہین ہو سکتے کیونکہ اِس قسم کے کفارے بیرونی جاہلون کے لیئے ہین - اصل کفارہ بیچار سے ہوتا ہے ۲ - جو شخص ایشور سے بمکہہ (دہریہ) ہے وہ چاہے کسی قدر کفارۂ بیرونی کیون نہ کرے مگر پاک نہین ہوتا جیسے اے راجہ! شراب کا گہڑا گنگا جل وغیرہ سے بہی پاک نہین ہوتا -

ہمارے بیان اور ان اقوال سے صاف ثابت ہے کہ بغیر کفارۂ اندرونی کے دِل صاف نہین ہوتا اور نہ روح گناہ سے آزادی حاصل کرتی ہے پس اب ہم آخر مین کفارۂ اندرونی کا بیان کرتے ہین کہ جو بغیر اِسکے کہ انسان جس ارادے سے گناہ کیطرف رجوع ہوتا ہے اُسی ارادہ کے ساتہہ اپنے تئین آیندہ گناہ سے محفوظ رکہنے کے لیئے صدقِ دل سے توبہ کرے اور پرمیشر کی بہگتی اور دہرم کا سادہن اختیار کر حاصل نہین ہوتا - دہرم کا سادہن ہی انسان کے لیئے اصلی تپ ہے تپ کے وسیلہ سے رفتہ رفتہ انسان اپنے گناہون کو جلا کر خاک کرتا ہے - چنانچہ شری شکدیوجی نے بہی اِس اندرونی کفارہ کے بارہ مین جو کچھ راجہ پرکچہت سے کہا ہے وہ ذیل مین درج ہوتا ہے -

नाश्नतः पथ्यमेवान्नं व्याधयोऽभिभवन्ति हि एवं नियमकृद्रा
जन्शनैः क्षेमाय कल्पते तपसा ब्रह्मचर्येण शमेन च दमेन च ।

...भोगेन तन्तशोराभ्यां च ... नियमेन च ॥ देहवाकबुद्धिजं घो

...र्य ... अनुग्राहिताः क्षिपन्त्यघं महदपि वेगाग्निरिव सि

...नः ॥ कोऽयं ... राजन् ... देवपरायणाः ... घ

... ... नीहारमिव भास्करः ॥

معنی - پرہیز سے کھانے والے کو جس طرح بیماری نہیں مغلوب کر سکتی اسی طرح ازرجہ (دہرم) کے مقررہ طریق پر چلنے سے رفتہ رفتہ انسان بھلائی یا نیکی حاصل کرتا ہے ۔ تپ، برہمچرج، من اور اندریوں کو روکنا، ترک، صداقت، پاکیزگی، کسی جاندار کو ہلاک نہ کرنا اور پاٹھ وغیرہ کرنا ان سب عملوں سے شردہا والے اور دھرم کے جاننے والے متحمل اشخاص کل ایسے گناہوں کو جو جسم یا زبان یا عقل سے ہوتے ہیں اس طرح دفع کرتے ہیں جس طور پر آگ اپنی حرارت سے بانس کی گانٹھ کو جلا کر خاک کرتی ہے۔ جو لوگ صرف پرمیشر کو ہی مانتے ہیں وہ صرف اس کی بھکتی سے ہی تمام گناہوں کو دفع کرتے ہیں جیسے آفتاب کو اسہ کو رفع کرتا ہے۔

...कृत्वा कल्याणमभिपद्यते ।

मुच्यते सर्वपापेभ्यो महाभ्रेणेव चन्द्रमाः ॥

महाभारत। वन। २०६। २३। ७। ४।

معنی - جو شخص گناہ کے کرنے کے بعد کلیان یعنی نیک افعالی کی پیروی کرتا ہے وہ بادل سے چھپے چاند کیطرح پھر گزشتہ گناہوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔

(مہابھارت - بن - ۲۰۶ - ۱۳۷۵۴)

यथादित्यः समुद्यन्वै तमः सर्वं व्यपोहति। एवं कल्याणमातिष्ठन्सर्वपापैः प्रमुच्यते ॥ महाभारत। वन २०६।१३७५७।

معنی۔ آفتاب کے نکلنے سے جس طرح تاریکی رفع ہوجاتی ہے اُسیطرح نیک افعال کرنے سے گناہ رفع ہوجاتے ہین۔

(مہابہارت۔بن۔۲۰۶۔ ۱۳۷۵۷)

तैस्तान्यघानि पूयन्ते तपोदानव्रतादिभिः। नाधर्मजं तद्धृदयं तदपीशाङ्घ्रिसेवया ॥ भा० ६।२।१७।

معنی۔ سادہک یعنی عامل لوگ ریاضت خیرات اور برت وغیرہ سے بُرے افعال کو پاک کرسکتے ہین۔ مگر گنہگار دلکو پاک نہین کرسکتے وہ صرف ایشر کے ہی چرنون کی سیوا سے پاک ہوتا ہے۔ (بہاگوت ۶۔۲۔۱۷)

اوپر کے بیان سے ظاہر ہے کہ انسان کی روح جو گناہون کی تاثیر سے اپنی فطرت مین بگڑ جاتی ہے پرماتما کی بہکتی اور نیک افعالی سے پہر آخرکار رو بہ صحت ہوکر اُنسے نجات پاجاتی ہے اور دھرم جیون مین ترقی کرتی ہے۔

جو لوگ گناہ اور روح انسانی کے ساتہہ اُسکے سچّے تعلّق کو نہین سمجہتے وہ اُس سے مُکتی کی غرض سے سیکڑون اقسام کی توہمات مین مُبتلا دیکھے جاتے ہین۔ کوئی کسی مخصوص مقام یا تیرتہہ مین مرنے سے یا مخصوص دریا کے نہانے سے پاپ کا کفارہ خیال کرتے ہین۔ کوئی کسی مخصوص انسان یا اوتار پر ایمان لانے اور کوئی کسی مخصوص ہادی یا پیغمبر کی سفارش سے گناہون سے نجات پانے کی توقّع رکہتے ہین اور وہ بہی عموماً اِس دُنیا مین نہین بلکہ مرنے کے بعد پرلوک یا دوسری دُنیا مین

ایسے عقیدے انہین عقیدوں کے ہمپلہ ہین کہ جنکے لحاظ سے بہت سے لوگ گنڈے یا تعویذ وغیرہ سے جسمانی امراض کا دور ہو جانا یا بوٹی کی مدد سے تانبے کا سونا اور پارے سے چاندی کا بن جانا یقین کرتے ہین۔

گناہ کی جڑ انسان کی خودی مین ہے۔ خود غرضی کا بندہ ہو کر ہی انسان ہر قسم کے برے کاموں کا کہ جو مرضی الٰہی کے خلاف ہوتے ہین مرتکب ہوتا ہے۔ پس تاوقتیکہ وہ اپنیت یا خودی کو چھوڑ کر اپنے تئین خدا کی مرضی کے آگے تصدق نہ کر دے تب تک گناہ کی جڑ کٹ نہین سکتی۔ اور یہ قربانی اسوقت تک عمل مین نہین آ سکتی جبتک کہ خدا کے ساتھ خالص بھکتی (اب بھیچاری بھکتی) نہو۔ پریم مین ہی ایسی تاثیر رکھی ہے کہ وہ جب پیدا ہوتا ہے تو عاشق کو اسوقت تک قرار نہین دیتا جبتک کہ پیارے یا معشوق کے ساتھ پورا پورا میل نہ کرا دے۔ پس معشوق حقیقی کیطرف جسقدر پریم زیادہ ہوتا ہے اسی قدر ہماری خودی کم ہوتی ہے اور ہم خود اپنی خوشی سے اپنی خودی کو اس کی مرضی کے مقابل قربان کرنا شروع کرتے ہین اور اس مین ہمکو سچی آزادی اور راحت کا مزہ ملتا ہے۔ خلاف صورتین ہرگز نہین۔ ہم عشق کے جوش مین اپنے آپکو معشوق کی خوشی مین پورا پورا قربان کرنا چاہتے ہین اور چین نہین پاتے اگر ذرا سبھی اپنی کسی نفسانی خواہش مین آکر اسکی مرضی کے خلاف ہو جائین۔ پس جس درجہ ہم اس سے پریم کرتے ہین اسی درجہ ہم اس کی نزدیکی کے طالب ہوتے ہین اور جسقدر نزدیک ہوتے ہین اسی قدر اپنی آرزو مین اس کی اس برکت کو پاتے ہین کہ جس کا نام پاکیزگی ہے۔ اور پھر جس قدر پاک ہوتے ہین اسی قدر اسکے اور بھی نزدیک ہونیکے قابل ہوتے ہین۔ غرضکہ یہ سلسلہ چلا جاتا ہے اور آخر کار ہمکو وہ اور کل بایون سے مکتی دیکر اس کی مرضی کے ساتھ ہماری مرضی کو ایک کر دیتا ہے۔ ہماری خودی

غارت ہو جاتی ہے اور ہم اپنی مرضی مین پھر ایک اُسی کی مرضی کے مطیع ہو جاتے ہین یہ اطاعت کچھ جبراً نہین ہوتی بلکہ طبعی ہو جاتی ہے۔ اِس حقیقی روحانی میل (جوگ) مین **اطاعت** اور **آزادی** دونون ایک ہو جاتے ہین اور اِس طور پر نفس گناہون سے اِسی دُنیا مین مُکتی حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ انسان ایک ایسی نئی زندگی یا نیا جنم پاتا ہے کہ جس سے حیوانیت سے نکلکر وہ اپنی خوبی اور صفات مین بالکل دیوتا یا **فرشتہ** ہو جاتا ہے اور جو زندگی پھر آخر بدلکر روح مین ایک اور نئی زندگی پیدا کرتی ہے کہ جس مین پہلے کی نسبت بہی خوبیان بڑھ جاتی ہین اور علی ہذا القیاس یہ سلسلہ روحانی ترقی یا نئی زندگی کا ابداً آباد تک جاری رہتا ہے اور پریم کی برکت سے منقطع نہین ہوتا۔

اِس حقیقی پریم کے ذریعہ روح کو خدا کے ساتھ ملاکر مکتی اور دھرم جیون دینے کیلئے اور ابداً آباد تک روح کو اُن خوبیون بڑھنے کے لیئے کہ جنکا سلسلہ ترقی کبھی بند نہین ہوتا۔ براہم دھرم ظاہر ہوا ہے۔ اِسی حقیقی پریم اور آزادی کی بادشاہت قائم کرنا اِس کا منشاء ہے۔ مبارک ہین وہ لوگ کہ جو تنگ خیالی و تعصب ہٹ دھرمی اور شبہات سے نکلکر اِس نعمت اور برکت کی قدر کرتے ہین اور اُس اسے اپنی زندگی کے مقصد [illegible] ہین۔

رُوحانی پُوجا

دُنیا مین قریباً جتنے مذہب مشہور سُنے جاتے ہین اُن سب مین کسی نہ کسی ڈھنگ پر عبادتِ الٰہی کا طریق پایا جاتا ہے۔ کیا یہودی کیا مُسلمان کیا عیسائی کیا پارسی سب عبادتِ الٰہی کے قائل ہین۔ مگر ساتھ ہی اُنکو اگر اُنسے پوچھا جاتا ہے کہ بھائی تُم یہ عبادت کیون کرتے ہین۔ اِس کا حاصل کیا؟ تو عموماً یہی جواب دیا جاتا ہے کہ یہ اُس ربّ العالمین کا حکم ہے کہ جسکے ہم سب بندے ہین۔ پس اُس کا حکم بجالانا ہمپر فرض ہے۔ اگر ہم بندے ہوکر اپنے مالک کے حکم کی تعمیل نہ کرین تو گنہگار رہ جاتے ہین اور مرنیکے بعد قیامت کے دن سزا کے مُستحق ہوکر دوزخ مین ڈالے جائین۔ برخلاف اِس کے اگر ہم اُس کے حکم کو بجالائین گے تو وہ ہمپر خوش ہوگا اور انصاف والے دن ہمکو بہشت نصیب کریگا۔ گویا اِن لوگون کے نزدیک عبادتِ الٰہی حکمِ خدا ہے اور جو ڈھنگ اور الفاظ اُسکے پورا کرنے کے لیے اُنکے گرو یا پیغمبر نے مقرر کردیا ہے اُس کے موافق وہ دن مین ایکدفعہ یا تین دفعہ یا پانچ دفعہ اُسے ادا کردیتے ہین اور بصورت اِس حکم کی تعمیل کرلینے کے وہ مرنے کے بعد بہشت مین اُسکے انعام کے متوقع رہتے ہین اور عدمِ تعمیل کی حالت مین دوزخ مین ڈالے جانے کا خوف رکھتے ہین۔

اِس بیان سے یہ صاف ظاہر ہے کہ وہ عبادتِ الٰہی کا واسطہ اپنی روح سے اِسقدر یقین کرتے ہین کہ وہ دوسری دُنیا مین اُسکے سبب سے بہشت نصیب ہوگا۔ خود اِس دُنیا مین پھر ایسی عبادت کیوقت اُسکے نتیجہ کا کوئی مخصوص اور [illegible] واسطہ نہین سمجھتے ہین۔ اِسی وجہ سے اُنہین کبھی اِس بات کے سوچنے کا بھی موقع نہین ملتا ہے

کہ عبادت الٰہی فی نفسہ کیا چیز ہے؟ کیا درحقیقت وہ کوئی ٹیکس ہے کہ جس کا وقت پر
جبراً و قہراً ادا کرنا جیل سے (مراد دوزخ سے ہے) بچنے کے لیئے ضروری سمجھا گیا ہے؟
یا واقعی وہ کوئی ایسی چیز ہے کہ جس سے ہماری روحانی زندگی کا کوئی بدیہی بڑا بھاری
واسطہ ہے؟

براہمہ دھرم یعنی حقانی دین اِس پچھلی بات کی تائید کرتا ہے۔ اِس کی ہدایت کے موافق
عبادت الٰہی کا ہماری روحانی زندگی سے فی الفور کا واسطہ ہے اور اُس کے نتیجہ کا حصول
کسی دوسری دُنیا کا محتاج نہین ہے بلکہ ہر ایک سچی عبادت اُسیوقت اپنا نتیجہ بخشتی ہے
مثل کسی ٹیکس کے یہ جبراً و قہراً ادا کرنے کی چیز نہین ہے بلکہ زندگی کی چیز ہے۔ یہ وہ طریق
ہے کہ جس کی بُنیاد روح کی نیچر مین ہے۔ یہ وہ ذریعہ ہے کہ جس سے روح اپنی زندگی کے لیئے
غذا حاصل کرتی ہے۔ کون انسان ہے جو روحانی غذا کا محتاج نہین؟ جیسے وہ جسمانی
غذا کا محتاج پیدا کیا گیا ہے ویسے ہی وہ روحانی غذا کا بھی محتاج ہے۔ ہر ایک انسان
جو اپنی روح کی حالت سے غافل نہین ہے اور اُس کی ضرورتون اور خواہشون کو جانتا
ہے وہ خوب سمجھتا ہے کہ وہ بالطبع اپنے لیئے روحانی غذا کے محتاج ہونے کا اظہار کرتی رہتی
ہے۔ کتنی دفعہ ہم اپنے اُن افعال کے لیئے دِل دِل مین نادم اور رنجیدہ نہین ہوئے ہین
کہ جنکے باعث اپنے لواحقون یا دوسرون کو ہماری ذات سے نقصان پُہنچا ہے؟ کتنی دفعہ
ہمارے کانشنس نے ہمکو ہماری ناپاک زندگی کے لیئے ہمکو ملامت نہین کی ہے؟ کتنی دفعہ
ہمارے روزمرہ کے گناہون نے حسب موقع پاک زندگی کی خواہش کو نہین اُبھارا ہے؟
کتنی دفعہ ہم نے سخت مصیبتون مین پڑ پڑ کر دُنیا کی بے ثباتی کا امتحان نہین کیا ہے؟ کتنی دفعہ
ہم نے اِس دُنیا کی بے ثباتی سے نا اُمید ہوکر کسی باثبات شے پر بھروسہ کرنے کی ضرورت
نہین محسوس کی ہے؟ کتنی دفعہ ہم نے دُکھ سے گھبرا کر حوصلہ ہار کر استقلال کی خواہش

نہین کی ہے ؟ کتنی دفعہ ہم نے دُکھ سے نکلنے اور حقیقی سُکھ حاصل کرنے کے لیئے بالطبع آرزو نہین ظاہر کی ہے ؟ کتنی بار ہمنے صداقت کی پیروی مین اپنے تئین محض دنیوی ترغیبات یا سوسائٹی کے خوف سے عاجز ہوکر اپنی کمزوری کا تجربہ نہین کیا ہے ؟ کتنی دفعہ اس کمزوری کے لیئے ہم نے دل دل مین شرمسار اور افسوس زدہ ہوکر طاقتور ہونے کی تمنا نہین کی ہے ؟ کتنی دفعہ اپنی قوم یا کل نوع انسان کی بھلائی کرنے کا خیال پیدا ہوہوکر ہمارے دلون سے آخرکار دور نہین ہو گیا ہے ؟ کتنی دفعہ نیک کام کے کرنے وقت لوگون نے اپنی غلطی سے ہر قسم کی مخالفت اور ایذا رسانی سے ہمارے دلونکو کباب نہین کیا ہے ؟ کتنی دفعہ ایسی صورتونمین ہم نے اپنے نیک ارادہ مین پھسلنے کا تجربہ اُٹھاکر مزید ہمت اور حوصلہ کی خواہش نہین کی ہے ؟ کتنی دفعہ اس دُنیا کے ہزارون مروجہ مذہبون کی متضاد ہدایتین سُن سُنکر ہم نے اضطراب کے دریا مین غوطے نہین کھائے ہین ؟ کتنی دفعہ ایسی حالتمین ہم نے اس سوال کے حل کرنے مین کہ "صداقت کی کیونکر تصدیق ہو" مایوس ہوہوکر آہ وزاری نہین کی ہے۔ اور کتنی دفعہ تاریکی سے محیط ہوکر ہم نے ایسے وقت مین روشنی ملنے کی آرزو نہین کی ہے ؟ پس اس سے زیادہ اَور کیا ثبوت درکار ہے۔ جس حالت مین کہ ہمارا روزمرہ کا تجربہ شاہد اور گواہ ہے۔ کہ روح بالطبع روحانی غذا کی محتاج ہے روح اخلاقی قوا مین کمزور ہے اور وہ طاقت کی خواستگار ہے۔ پس ضرور ہے کہ جس حکیم مُطلق نے اُسے پیدا کیا ہے اور جسنے اُس مین یہ احتیاج اور اُسکے رفع کرنے کی خواہش رکھی ہے اُس نے اُس کا کل سامان بھی بہم پہنچایا ہو۔ کیا اُسنے ہمین جسمی بھوک پیاس دیکر اُسکے لیئے کھانے پینے کی ہزارہا اشیا پیدا نہین کین ؟ پھر روح جو ایسی افضل چیز ہے اور جو ابد الآباد تک رہیگی اُسکے لئے کب ممکن تھا کہ سامان زیست موجود نہ کیا جاتا۔

بیشک انسان کی روح کا جب سے وجود ہے تبھی سے اُس کی بھلائی اور ترقی کا سامان بھی

موجود ہے ہان خود خدا ہماری روحانی بھوک کی خوراک ہے مگر اس راز کا سمجھنا اُن لوگون کے لیئے سخت مشکل ہے جن کا ایسے مضامین سے لگاؤ نہین ہے اور جو روحانی ترقی کے الفاظ کو ہی سمجھ نہین سکتے جو ایشور درشن اور خدا کی نزدیکی کے معنون سے ہی بے بہرہ ہین - سچ ہے اگر یہی حقیقت عام کے دلونپر روشن ہوتی تو آج مذہب اور مذہبی آدمیون کی جو خوفناک حالت نظر آتی ہے وہ غالباً موجود نہ ہوتی - ہم پوچھتے ہین کہ اگر ہم چولھے پر ایک دیگ چاولون کی چڑھا دین اور ایک گھنٹہ بعد جاکر دیکھین چاول نہین پکے - پھر کچھ دیر بعد جاکر ٹٹولین اور چاول کچے معلوم ہون - غرض دیگ برابر چولھے پر چڑھی ہی رہے اور ہر گھنٹہ ہم دیکھتے رہین - یہانتک دیکھتے دیکھتے کئی برس گزر جائین اور آخر کار چاول جیسے ڈالے گئے تھے ویسے ہی موجود ہین تو کیا بیوقوف سے بیوقوف انسان اسقدر سمجھنے کو مستعد نہین ہے کہ بیشک چولھے کے اندر آگ نہین جلائی گئی - اگر آگ جلائی جاتی اور حرارت اُس برتن کے چاولون تک پہونچتی تو ضرور چاول پک جاتے - اسیطرح جو لوگ ہاتھ مین مالا لیکر رام رام یا رادھا کشن یا کوئی مخصوص منتر جپتے جپتے عمر تمام کر دیتے ہین - یا تین کال کی سندھیا کرتے کرتے زندگی گزار دیتے ہین یا پنج وقتہ نماز پڑھ پڑھ کر ماتھے پر گٹے ڈال لیتے ہین یا اِس قسم کی عبادتِ الٰہی کرنے کا ساری عمر فخر کرتے ہین - اور پھر جب اُنکی زندگی کے چاول کو ٹٹولا جاتا ہے تو وُہی کچے کا کچا معلوم ہوتا ہے تو اِس سے کیا یہ بات صاف ظاہر نہین ہے کہ اُن کی زندگی کی دیگ جس چولھے پر برسون چڑھی رہی اُسکے اندر آگ نہ جلتی تھی اور اُنکے برتن کو اُس کی حرارت نے بالکل مَس تک نہین کیا - طبیعی یا حقانی دین ہمکو اِس جلتی ہوئی روحانی آگ کے ساتھ جوگ (وصل) حاصل کرنے کی ترکیب سکھلاتا ہے - اِس کی ہدایت سے ہم عبادتِ الٰہی (اُپاسنا) کی اُس سچے طریق کو سیکھتے ہین جو نہ صرف ہمارے لیئے خدا کے ساتھ جوگ کرنیکا ذریعہ ہوتا ہے بلکہ خود

اُس اُپاسنا مین وہ اصُول شامل ہین جنسے ہماری روحانی **کُل قوتون** کا اُس ذاتِ پاک سے جوگ ہوتا ہے کہ جنکی ترقی کا مادّہ ہماری سرشت مین پیدا کیا گیا ہے اِسی کا نام اُدھیاتمک جوگ یا روحانی پوجا ہے۔

یہ وہ جوگ ہے جسکے ساتھ عبادتِ الٰہی کی غرض پُوری ہوتی ہے یہ وہ پوجا ہے جس کے ساتھ دینداری کی مُراد حاصل ہوتی ہے۔ یہ وہ جوگ ہے جسکے ساتھ دھرم کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔ یہ وہ پوجا ہے کہ جسکے ساتھ روح کی زندگی سُدھرتی ہے۔ ہان جب آفتاب کے ساتھ نظر جوڑو گے تبھی اُس کی کرن تمہاری آنکھ تک پہونچے گی۔ اِسی طرح جب ہم عبادت کے سچّے طریق کے ساتھ اپنی روح اُس روح الروح کے ساتھ جوڑتے ہین تو بالطبع اُس کے ساتھ ہم مُہم (انسپائرڈ) ہوتے ہین۔ جب ہم اُس روح الروح کے ساتھ جو تمام روحانی خوبیون کا چشمہ ہے مُہم ہوتے ہین تو اُس کی تاثیر سے ہماری روح کا متاثر ہونا لازمی ہے۔ اِس مرتبہ پر پہنچنے کا نام ہی ایشور کا درشن کرنا ہے۔ اِس درجہ پر پہنچکر عابد خدا کو گویا آنکھ سے دیکھتا ہے۔ پھر اُس کے ایمان کی آنکھ کھُل جاتی ہے اور نُور النُّور کے نُور سے روشن ہوتی ہے اِس منزل پر پہونچنے سے پریم (محبّت) کا تخم اُگنے لگتا ہے۔ اُمید کی کلی کھِل جاتی ہے۔ پاک زندگی کی کشش تیز ہو جاتی ہے۔ گُناہ کی رنگت پھیکی ہو ہو کر کنارہ کرنا شروع کرتی ہے۔ کانشنس لطافت اور پاکیزگی حاصل کرنے لگتا ہے۔ دینی اِدراک بڑھ جاتا ہے۔ تمام شکوک رفع ہونے لگتے ہین۔ روحانی صداقتین خود بخود ظاہر ہونے لگتی ہین۔ خدا کی پاک مرضی روح کے رگ و ریشہ مین پیوست ہوتی جاتی ہے۔ جُرات اور ہمت بڑھتی جاتی ہے۔ اخلاقی قوا روز بروز مترقی ہوتے جاتے ہین۔ پاکیزگی کی اُمنگ کے ساتھ ساتھ آنند کی لہرین جوش مارنے لگتی ہین۔ خدا کی نیک مرضی کا پورا کرنا ہی زندگی کا اصل اُصُول بننے لگتا ہے۔ پھر یہ فقرہ کہ خدا روح کی روح ہے صرف پڑھنے اور سُننے کے لیئے ہی نہین

رہتا ہے بلکہ زندہ صورتین دکھائی دیتا ہے۔ ایسا عابد جس قدر زیادہ جوگ کرتا ہے اُسیقدر زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ جس قدر زیادہ مُلہم اور متاثر ہوتا ہے اُسیقدر مذکورۂ بالا خوبیون کا رنگ گہرا ہوتا چلا جاتا ہے۔ جسقدر یہ رنگ جمتا جاتا ہے اُسیقدر دھرم کی بھوک پیاس اَور بھی بڑھتی جاتی ہے۔ غرضکہ گناہ سے آزاد ہوکر یہی روح ابدالآباد تک اپنی نیک اور اعلیٰ صفات مین اسیطرح مُلہم اور متاثر ہوکر ترقی کرتی جاتی ہے۔

یہی جوگ دین حقانی کی جان ہے۔ یہی جوگ شخصی الہام کی بُنیاد ہے۔ یہی جوگ صدہا نئی سے نئی دینی اور اخلاقی صداقتون کے انکشاف کا بڑا ذریعہ ہے۔ آج جنکو لوگ رسول یا پیغمبر پارسی اور اُوتار کہکر یاد کرتے ہین وہ بھی مثل ہمارے انسان ہی تھے اور اُنہون نے اپنے اپنے زمانہ مین جسقدر روحانی صداقتون کا اظہار کیا ہے وہ بھی اِسی قسم کے جوگ کی بدولت تھا۔ ہندوؤن کے شاستروں۔ مُسلمانون کے قرآن اور عیسائیون کی بائبل وغیرہ کُتب مین جسقدر روحانی صداقتین موجود ہین وہ اُسی لاانتہا روحانی صداقتون کے سمندر مین سے نکلی ہوئی ہین۔ مگر وہ سمندر کے مقابلہ مین ایک قطرہ بھی نہین ہین۔ وہ سمندر جیسے پہلے لہرین مارتا تھا۔ آج بھی لہرین مار رہا ہے۔ آج وہ خشک نہین ہوگیا۔ اور نہ کبھی آیندہ خشک ہونا اُس کا ممکن ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جو سمندر اِس زمین پر پھیلا ہوا ہے اور جس مین غوطہ لگا کر آج سے ہزارہا برس پہلے لوگون نے جو موتی نکالے تھے صرف اُنہین پر کفا نہین کیا جاتا بلکہ غوطہ زنی کا سلسلہ برابر جاری چلا جاتا ہے اور نت نئے سے نئے موتی نکالے جاتے ہین۔ مگر خدا جو روحانیت کا لاانتہا سمندر ہے اُس مین غوطہ زنی کا سلسلہ بالکل بند کیا جاتا ہے؟ انگلنڈ مین صنعت کاری اور دستکاری کی آج کیسی گرم بازاری ہے۔ ہزارہا قسم کی چیزین جو وہان سے تیار ہوکر نکلتی ہین اُنکے دیکھنے سے عقل حیران ہو جاتی ہے۔ لیکن ابھی وہان بادشاہ کیطرف سے اگر یہ اشتہار مُشتہر کیا جاوے کہ آج سے

پانچ سو برس پہلے۔ انگلنڈ کے لوگ جنگلو مین رہکر جنگلی پودھون کی شاخون اور پھول کے پتّون وغیرہ سے جس قسم کی چیزین بنا کر پہنا کرتے تھے وہی مستعمل ہون۔ کیونکہ اُن سے بہتر اُنکے سوا اور چیزون کا تیار ہونا ناممکن ہے تو آج وہان کے لوگونمین کیسا تہلکہ پیدا ہو ایک شخص بہی تو ایسے اشتہار کو مجنونی کی بکواس سے زیادہ مرتبہ نہ دے۔ ہر ایک کے منہ سے یہی نکلے۔ جیسے وہ آدمی تھے ہم بہی آدمی ہین۔ صنعت کاری کا مادّہ جیسا اُنمین تھا ہمین بہی ہے۔ جس حالت مین وہ اسی مادّہ کی برکت سے جنگل مین گھاس پھوس جو کچھ ہاتھ لگتا اُس کے زیور وغیرہ بنا کر اپنے تئین آراستہ کرتے تھے۔ تو پھر ہم کیون اپنے چارونطرف اُن سے ہزارون گنا زیادہ سامان موجود ہونے پر بہی اُسی مادّہ کے استعمال کرنے سے روکے جاتے ہین؟ مگر کیسا تعجب ہے اور کسقدر حیرانی ہے کہ ہم مذہبی صداقتون کیلئے اُسی چلّو بھر پانی کے ساتھ پیاس بجھانے کے لیے مستعد رہتے ہین کہ جسکو ہمارے کسی بزرگ نے ہزارون برس پہلے سمندر مین سے نکالا تہا!!! یہ سیدہی سادی بات ہماری سمجھ مین ہی نہین آتی کہ جس روحانی طریق یعنی جوگ کے ساتھ ہمارے کسی بزرگ نے غوطہ زنی کرکے پہلے کچھ موتی نکالے تھے اُسی طریق کے ساتھ بلکہ اُس سے افضل طریق کے ساتھ ہم بہی غوطہ مار کر موتی نکال سکتے ہین۔ جس جوگ سے وہ اپنی روح کو اُس روح الروح کے ساتھ ملہم کرکے نئی زندگی حاصل کرنے کے لایق ہوئے تھے ہم بہی حاصل کرسکتے ہین اُس کا رشتہ ہمارے بزرگون کی روحونکے ساتھ ہزارون برس پہلے جیسا تہا آج ہماری روحون سے بہی ویسا ہی ہے۔ یہ ہماری خودنادانی ہے کہ ہم اُس رشتہ سے اپنے آپ کو مستفید نہین بناتے اِس صدی کا ایک بڑا بھاری مشہور فلاسفر اور ملہم اور مقدس شخص جس کا نام تہیوڈور پارکر ہے اپنی تصنیفات کے ایک مقام مین لکہتا ہے۔

"خدا اب مرا نہین گیا اور نہ سوتا ہے۔ بلکہ جیسے قدیم سے جیتا جاگتا تہا ویسا ہی اب بہی ہے

وہ پہلے جس طرح لوگوں کو ملہم کرتا تھا اُس سے کچھ کم مُلہم نہیں کرتا ہے - وہ اب بھی تمہارے دماغ دل اور روح کو - صداقت محبت اور زندگی سے مالامال کرنے کو تیار ہے جیسا کہ اُسنے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو مالامال کیا تھا اور وہ بھی اُنہیں مراتب کے ساتھ - کیونکہ الہام (انسپی ریشن) عام عالمگیر قوانین کے ساتھ آتا ہے نہ کہ اُنسے کسی طرح مستثنیٰ ہوکر"

جو لوگ مذہب کے بیرونی اوا، اس ادھیاتمک جگ یعنی روحانی پوجا کی حقیقت سے آشنا نہیں ہیں وہ دھرم کی نعمتوں سے قطعی محروم ہیں مذہبی باتیں البتہ وہ طوطی کیطرح مُنہ سے نکال سکینگے - ظاہری طریق بھی دکھلا سکینگے - مگر اُنکے پاس وہ چیز نہیں ہے جسے "زندگی کی روٹی" کہتے ہیں - اُنکے ہاتھ مین روٹی ہے - مگر کاٹھ کی - جس سے پیٹ نہیں بھر سکتا - اور زندگی نہیں پیدا ہو سکتی -

دینِ حقانی میں اگر چڑھ بڑھ کر کوئی خوبی ہے تو یہی ہے کہ کسی فریق یا ملت کے موافق اس قسم کی باتوں میں فخر نہیں کرتا ہے کہ تمہارا پیغمبر جھوٹا اور ہمارا پیغمبر سچا - تمہارے ہادی میں یہ عیب اور نقص تھے اور ہمارا ہادی اِن سب سے بری تھا - جو لوگ دھرم کی حقیقت کو نہیں سمجھتے ہیں وُہی اس قسم کی مورچہ بندی کرتے ہیں - مگر برامھ دھرم کی ہدایت کے موافق دھرم زندگی کی چیز ہے - جس کا چشمہ ہر ایک روح کے اندر موجود ہے اُس چشمہ کو جاری کرکے اُس سے روح کو سیراب کرنے کی ضرورت ہے - اور جو لوگ ادھیاتمک جوگ یا روحانی پوجا کے سچے طریق کو عمل میں لاتے ہیں وُہی اِس کو سیراب کرتے اور زندگی کی چیز بنا نہیں کامیاب ہوتے ہیں -

اے دھرم کے پیاسو! اس عالمگیر (یونی ورسل) دین کی ماہیت کو سمجھو - اور اس طبعی دین سے - حقیقی دین سے - خدا کے دین سے اپنے تئیں مستفید کرو - فقط

ابدی زندگی اور اُس کے ساتھ روحانی ترقی کا لا انتہا سلسلہ

اگر ایک چڑیا کی پیدایش کو ہم تحقیقات کی نظر سے دیکھین تو اُس کی زندگی مختلف زمانہ مین جو مختلف صورتین قبول کرتی ہے اُنسے اپنی زندگی کے بارے مین بہی بہت کچھ صداقتین سیکھ سکتے ہین پہلی زندگی اُس کی جو انڈے کی صورتین نمودار ہوتی ہے اُس مین بجز ایک رقیق مادّہ کے اور بظاہر کچھ موجود نہین ہوتا - وہی مادّہ رفتہ رفتہ منجمد ہونے سے ایک اَور نئی صورت قبول کرتا ہے اور جسوقت وہ انڈا پھوڑکر باہر آتا ہے اُس وقت پہلی صورت سے بالکل مختلف چونچ - آنکھون اور پنجون وغیرہ کے ساتھ ایک ماس کا لوندا بنکر دکھائی دیتا ہے اِس صورت کو ہم اُس کی زندگی کی دوسری منزل قرار دیتے ہین - اِس دوسری منزل مین پہونچکر بچہ ہلتا ہے - جُلتا ہے - بولتا ہے - مُنہ پھیلاتا ہے - اور چُگا کہاتا ہے - ماں باپ کی حفاظت مین گھونسلے مین رہتا ہے - رفتہ رفتہ اُسی گھونسلے مین پھر اُس کے بازو نکلنے شروع ہوتے ہین اور پھر اُنمین پَر نمودار ہوتے ہین - یہانتک کہ ایک روز وہ پورا پرند بنجاتا ہے اور موقع پاکر اُسکے ماں باپ اُسے گھونسلے سے باہر لیجاکر آخرکار اُس کو محض اپنے بھروسہ پر چھوڑ دیتے ہین - جسوقت پَر نکالکر یہ گھونسلے سے باہر ہوتا ہے اُس کو ہم اُس کی زندگی کی تیسری منزل قرار دیتے ہین - اِس تیسری منزل مین اُس کی طرز زندگی قطعی اَور ہوجاتی ہے - اَب وہ چھوٹے سے گھونسلے مین اپنے آپ کو بند نہین پاتا ہے - بلکہ ارضِ کشادہ اور بے انتہا وسعت دار آسمان اپنے چارونطرف پھیلا ہوا پاتا ہے - اَب گھونسلے کی تاریک یا دھندلی روشنی مین اپنی آنکھین نہین کھولتا ہے بلکہ نیم روز کے آفتاب کی اعلیٰ اور شفاف روشنی سے اُنھین منوّر پاتا ہے - اَب وہ گھونسلے مین بیٹھ کی

گندی ہوا میں دم نہیں لیتا ہے۔ بلکہ بڑے بڑے میدان اور جنگلوں کی کھلی ہوئی اور تازی ہوا میں سانس لیتا ہے۔ اب وہ فقط اُن چند اقسام کے دانوں سے ہی پیٹ نہیں بھرتا ہے جو اُسکے والدین چونچ میں لاکر اُسے بڑے پیار سے کھلایا کرتے تھے۔ بلکہ ہزاروں اقسام کے پھل اور میوے (جن سے سطح زمین کے قطعات پُر ہیں) حسب خواہش کُترتا ہے اور کھاتا ہے اور ان سب باتوں کے علاوہ مثل گھونسلے کے اپنے بازوؤں کو بند نہیں پاتا ہے بلکہ تمام کُرہ ہوائی کو نہایت خوبصورت نیلے رنگ کے لاانتہا طُول و عرض کے شامیانے سے ڈھکا ہوا دیکھکر حسب خواہش اپنے پروں کی طاقت کو پورا پورا آزمانیکا موقع پاتا ہے۔ غرضکہ اس تیسری منزل میں پہونچنے سے اس پرند کی طرز زندگی بالکل اَور ہوجاتا ہے اور اب وہ بچہ نہیں ہے جو گھونسلے میں تھا اور نہ وہ رقیق مادہ ہے جو انڈے میں تھا۔

انسان کی زندگی بھی اسی طرح منزل بمنزل نئی صورت اور نئی حالت حاصل کرتی ہے۔ اوّل اوّل یہ مثل انڈے کے ایک رقیق مادہ کی صورت میں ہوتا ہے۔ پھر ماں کے رحم میں پرورش پاکر گوشت کی شکل میں تبدیل ہوتا ہے۔ پھر اَور مزید پرورش کے ساتھ ایک اندھے اور گونگے بچہ کی شکل قبول کرتا ہے اور آخر کار جسمانی اعضا کی تکمیل کے بعد اُس پہلی دُنیا کو چھوڑدیتا ہے اور ایک نئی دُنیا میں ظاہر ہوتا ہے (جس کا رنگ اور روپ۔ طریق اور برتاؤ پہلی دُنیا کی نسبت (جبکہ وہ ماں کے رحم میں تھا) بالکل اَور ہے۔ یہاں پہنچ میں آکر وہ سانس لینا اور آنکھ کھولنا شروع کرتا ہے۔ نئی روشنی اور نئی چیزیں دیکھتا ہے۔ کانوں سے مختلف آوازیں سُنتا ہے۔ منہ سے دودھ وغیرہ غذا کھاتا ہے اور اُسکے ذائقہ میں تمیز کرنا شروع کرتا ہے۔ ہاتھ پیروں کی کھلی حرکت حاصل کرتا ہے۔ دُکھ درد معلوم کرتا ہے بھوک پیاس کا روکر اظہار کرنا شروع کرتا ہے۔ غرضکہ یہ بچہ اپنی اس زندگی کے لحاظ سے اب وہ

بچہ نہین ہے جو ماں کے رحم مین تہا - اِس زندگی کو ہم اُس کی **دوسری منزل** قرار دیتے ہین -

اِس دوسری منزل مین پہونچکر اُس کی روح مین جو ذہنی - اخلاقی اور ادہیاتمک (اسپی ریچوئل) قوا مثل تخم کے موجود ہوتے ہین - وہ دہیرے دہیرے نشو و نما پانا شروع کرتے ہین - ماں باپ کے جیسے خیالات ہون - جیسی چال ڈھال ہو - جیسا اخلاق - برتاؤ اور مزاج ہو - جس قسم کی سوسائٹی ہو اُسی کی تربیت اور تعلیم کے کھات اور پانی سے مذکورہ بالا قوتون کے پودھے طاقت حاصل کرتے ہین - اور ترقی ہوتے ہین - پہلے پہل جب عقل نہایت ضعیف ہوتی ہے تو بچہ بالکل یقین کا پُتلا ہوتا ہے - اُسوقت جھوٹ سچ - غلط صحیح - جو کچھ اُسے بتلاؤ اُسی پر یقین کر لیتا ہے عقل اُسوقت یہانتک کمزور ہوتی ہے کہ کسی کے کلام یا تعلیم مین دخل دینا اُس کے لیئے محال ہوتا ہے - مگر جون جون عُمر بڑہتی جاتی ہی اور جون جون مشاہدہ اور تجربہ زیادہ ہوتا جاتا ہے تون تون یہ قوت بہی زیادہ زوردار ہوتی جاتی ہے - یہانتک کہ سنِ بلوغت مین پہونچکر آدمی اِس لایق ہو جاتا ہی کہ بہت سے اُمور مین وہ اپنی رائے آپ قایم کرنے لگتا ہے بہت سی باتین جو بچپن مین اُس کے نزدیک بالکل سچ معلوم ہوتی تہین اَب فقط افسانہ معلوم ہوتی ہین - پہلے جب وہ بچہ تہا اپنے تئین بالکل بیکس پاتا تہا اور محض اپنے محافظون پر بھروسہ کرتا تھا - اَب دیکھتا ہے کہ وہ خود اپنی زندگی کے حالات پر بہت کچھ قادر ہے - پہلے وہ اگرچہ قوتِ ارادہ رکھتا تہا مگر اُسپر خود کچھ اختیار نہ رکھتا تھا - اَب دیکھتا ہے کہ وہ اپنے ارادہ کا خود مالک ہے - غرضکہ **شخصیت** (ان ڈوی - جوالٹی) اُس مین پہلے نہ تہی - اَب وہ اُس مین پیدا ہو گئی ہے - پس اِس مرتبہ پر جو انسانی زندگی پہونچتی ہے اُس کو ہم اُس کی زندگی کی **تیسری منزل** قرار دیتے ہین -

اَب اِسکے بعد ایک اَور زندگی ہے۔ اُس زندگی کی حالت مذکورہ بالا تین اقسام کی زندگیون سے کہین علیحدہ اور کہین بڑھکر ہے۔ جو لوگ اِس زندگی مین داخل ہوتے ہین۔ اُنکی رہن سہن چال ڈھال ایک ایسی صورت اختیار کرتی ہے کہ جس مین یہ صفات جو مثل انصاف۔ رحم۔ ہمدردی۔ محبّت۔ اِنکسار۔ صداقت وغیرہ کے اخلاق کے ضمن مین شمار کی جاتی ہین۔ اِنسان پر غلبہ حاصل کرتی ہین۔ تخم تو اِن کُل صفات کا مثل قوائے ذہنی کے ہمراہ اِنسان کی روح مین ہوتا ہے مگر اُس کا نشو ونما پانا اور ترقی کرنا تعلیم اور تربیت پر موقوف ہے۔ جب مناسب تربیت اور تعلیم ملتی ہے تو اِن صفات کا بیج بھی پھوٹ کر اَنکھُوا نکالتا ہے۔ اور دھیرے دھیرے ترقی کرکے پھُول پھل لاتا ہے۔ اکثر اوقات اِنسان کی اخلاقی تربیت یہان پوری نہین ہوتی۔ مُہذب سے مُہذّب قومون مین بھی اَبتک ایسا زمانہ نہین آیا ہے جہان کہ اِس اخلاقی تعلیم اور تربیت کے عُمدہ اور کامل وسائل موجود ہون۔ پس عمُوماً ایسا ہوتا ہے کہ جنکو خوش نصیبی سے اچھی تربیت اور تعلیم بھی ملتی ہے اُنمین بھی مذکورہ بالا کُل صفات مترقی نہین ہوتی ہین کسی مین محبّت اور رحم ہے مگر صداقت نہین ہے کسی مین صداقت ہے مگر ہمدردی اور محبت نہین ہے۔ کسی مین رحم ہے مگر انصاف نہین ہے۔ مگر ایسے لوگ کم اور بہت ہی کم ہوتے ہین جو کُل صفات اور قریباً کُل کے ساتھ ممتاز پائے جاتے ہون۔ بہر صورت جس درجہ مین یہ زندگی کسی انسان مین موجود ہوتی ہے اُسی درجہ وہ اِس زندگی کے ذریعہ جو برتاؤ اپنے ساتھ اور غیرون کے ساتھ اختیار کرتا ہے اُس مین اِس زندگی کی ایک مخصوص حالت اور مخصوص کیفیت محسوس کرتا ہے۔ اِس زندگی مین ایک ایسی اندرونی حس (رسپنس) پیدا ہوجاتی ہے کہ انسان صرف اُنہین افعال مین راحت محسوس کرتا ہے۔ جو نیکی سے وابستہ ہین اور برخلاف عملدرآمد مین بالکل چین نہین پاتا ہے یہی زندگی ہے کہ جو انسان کو سچّی روحانی (اسپی۔ ری چو ال) زندگی کے لیے تیار

اور اسی کو ہم انسانی زندگی کی چوتھی منزل سے نامزد کرتے ہین ۔

چوتھی منزل کے سوا ایک اور منزل ہے جسکو ہم روحانی زندگی سے موسوم کرتے ہین جبتک کوئی شخص چوتھی منزل مین قدم نہ رکھے اور اُس کی صفات سے اپنے تئین آراستہ کرنے کا مصمم ارادہ نہ کرے تبتک وہ روحانی زندگی کے حاصل کرنے کے قابل نہین ہوسکتا۔ یہ وہ زندگی ہے جس مین انسان کی روحانی آنکھ کھل جاتی ہے جس کو بشواش سے تعبیر کرتے ہین قوت بشواش کی ایک ایسی قوت ہے کہ جو مثل زنجیر کی ایک کڑی کے پرماتما اور آتما یعنی خدا اور روح کے اُس پوشیدہ رشتہ کو جوڑتی ہے کہ جس کی ترقی سے روح خدا کا توصل تام کرکے دیدار الٰہی کی حقیقت کا علم پاتی ہے اور اُس نور انور کے نور سے اپنے تئین منور کرتی ہے جسکی تاثیر سے متاثر ہوکر پاکیزگی مین روز افزون ترقی کرتی ہے اور راحت حقیقی کے سرور سے مسرور ہوتی ہے۔ دینی صداقتون کا دروازہ جسپر کھلتا جاتا ہے اور تمام خواہشات حیوانی اور دنیوی ختم ہوتی جاتی ہین۔ دُنیا کی بے ثباتی ظاہر ہوتی جاتی ہے۔ اور ایک خدا ہی تمام معبودون کی عوض پیدا اور تمام آرزوؤن کی آرزو بنجاتا ہے۔ اُسی کی قربت اور اُسی کی محبت کا شوق جوش مارتا ہے اور صرف اُسی کی مرضی کے ڈھونڈنے اور پورا کرنے اور اُسی کی بزرگی قائم کرنے اور اُسی کی بادشاہت کے بڑھانے مین عمر بسر کرنا اس زندگی کا مقصد اور حصول ہوجاتا ہے۔ دُکھ کیوقت وُہی جائے حفاظت اور سُکھ کیوقت وُہی چشمہ راحت بنجاتا ہے۔ اس درجہ پر جب انسان کی زندگی پہونچتی ہے تو اسے ہم اُس کی پانچوین منزل قرار دیتے ہین۔

اس کے علاوہ اور بے شمار منزلین ہین اور بے شمار اُنکی صفاتین اور بے شمار اُن کی کیفیتین ہین۔ مگر وہ کُل اس دُنیا مین دیکھتین کہ ہم اوّل اوّل ایک رتبہ تک دیکھ زندگی

شروع کرتے ہین) حاصل نہین ہوتین۔ خدا کے قانون کے موافق اِس دُنیا سے علیحدہ ہونے کے بعد یعنی جسم سے روح کی مفارقت کے بعد درجہ بدرجہ حاصل ہوتی ہین اور ابد الآباد تک جاری رہتی ہین۔ موت فقط جسم کو ہو۔ زندگی روح کے لیئے ہے۔

تہوڑے اور بہت ہی تہوڑے لوگ ایسے ہوتے ہین جو اِس دُنیا مین مذکورہ بالا پانچ منزلین بہی طے کر لیتے ہین۔ ورنہ کُچھ چوتہی زندگی مین اور بہت سے تیسری زندگی مین اور زیادہ تر دُوسری اور پہلی ہی زندگی مین اِس دُنیا کو چہوڑ جاتے ہین۔ مبارک ہین وہ جو انسانی زندگی کی اصلیت کو سمجہتے ہین اور اُس کی قدر کرتے ہین اور اُسے سچی کوشش اور ثابت قدمی سے حاصل کرتے ہین فقط

تمام شد

اشتہار

رسالۂ دہرم جیون جو ماہوار نکلتا ہے ...... قیمت ۲ر سالانہ

مہرشی دیویندر ناتہہ ٹہاکر کے براہمہ دہرم کے بنگالی بیاکہیانون کا ہندی مین ترجمہ کُل کتاب کے لیئے جو قریباً تین سو صفحہ کے ہوگی ...... عمہ

براہمہ دہرم سنگہتا ہندی بہاشا مین جس مین پرم دہرم کے ساری تتون کا بیان ہے اور موقع موقع پر کثرت سے شاسترون کے حوالہ بہی دیئے گئے ہین۔ مکتی اور دہرم جگیاسون کے خواستگارون کے لیئے ایک نایاب نسخہ (عنقریب چہپیگی)